ایمان کا پانچواں رکن: ایمان بالیوم الآخر اس دن کو ''الیوم الآخر''اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ دنیا کا آخری دن ہے، یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ہر انسان کی زندگی کے چار ادوار ہیں: ایک اپنی ماں کے پیٹ میں، دوسرا دنیوی زندگی، تیسرا برزخی زندگی اور چوتھا اخروی زندگی، تو چونکہ اخروی زندگی ہر انسان کا آخری دور ہے لہذا اسے دار الآخرۃ یا آخرت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ایمان بالآخرۃ سے مراد یہ ہے کہ قرآن وحدیث میں، موت کے بعد جو کچھ مذکور ہے اس کا اقرار اور مکمل تصدیق کرنا۔

مکی زندگی میں دعوت کے تین اہم ترین نکتے

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی تیرہ سالہ مکی زندگی میں، کفار کی طرف سے اسی عقیدہ یعنی ایمان بالآخرۃ کے تعلق سے مخاصمت کا سامنا رہا، اسی لئے مکہ مکرمہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت تین نکتوں میں محصور رہی: ایک احقاقِ توحید، دوسرا اثباتِ رسالت اور تیسرا عقیدۂ آخرت۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آغازِ قرآن ہی میں ان لوگوں کی تعریف فرمائی جو آخرت پر پورا ایمان رکھتے ہیں۔ فرمایا: [وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ][1] یعنی: متقین وہ لوگ ہیں جو آخرت کے ساتھ پورا یقین رکھتے ہیں۔

آگے فرمایا: [اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۤ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ][1] یعنی: یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ کفار کا انکارِ آخرت، محض اپنی ناقص بلکہ باطل عقل اور انتہائی گھٹیا سوچ کی بناء پر تھا، جس کا قرآن نے جابجا ذکر کیا اور خوب رد بھی کیا، سورۃ الواقعہ کا مضمون ملاحظہ ہو: [وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ ۥ اَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۴۷﴾ اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ ﴿۴۹﴾ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۥ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۵۰﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ﴿۵۱﴾ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ﴿۵۲﴾ فَمَالِــُٔـوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ﴿۵۴﴾][2] ترجمہ: اور کہتے تھے کہ کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈی ہو جائیں گے تو کیا ہم پھر دوبارہ اٹھا کھڑے کیے جائیں گے اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی؟ آپ کہہ دیجئے کہ یقیناً سب اگلے اور پچھلے ضرور جمع کئے جائیں گے ایک مقرر دن کے وقت پھر تم اے گمراہو جھٹلانے والو! البتہ کھانے والے ہو تھوہر کا درخت اور اسی سے پیٹ بھرنے والے ہو پھر اس پر گرم کھولتا پانی پینے والے ہو۔

کفارِ قریش کے انکارِ آخرت کی وجہ؟

گویا کفار و مشرکین کا انکارِ آخرت، محض اس فرضی اشکال پر قائم تھا کہ بعث بعد الموت، عقلاً محال ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں شک بلکہ عدم ایمان وایقان کا مظہر ہے، اُن کا اشکال تو یہ تھا کہ انسان کا وجود مکمل طور پر فنا ہونے کے بعد دوبارہ کیسے بن سکتا ہے، وہ یہ حقیقت سمجھنے سے قاصر تھے کہ وہ اللہ جس نے پہلی بار اس ڈھانچے کو بنایا، دوبارہ بھی بنانے پر قادر ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کے

فرمان کے مطابق ہر انسان کا دوبارہ ڈھانچہ اس طرح تیار کر دیا جائے گا کہ ہاتھوں کی انگلیوں کے پوروں کے نشانات میں بھی کوئی فرق نہ ہوگا۔ [اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ۝ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ۝][1] ترجمہ: کیاانسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جمع کریں گے ہی نہیں ہاں ضرور کریں گے ہم تو قادر ہیں کہ اس کی پور پور تک درست کر دیں۔

عقیدۂ بعث بعد الموت کے دلائل

اللہ تعالیٰ نے عقیدۂ بعث بعد الموت کا جابجا ذکر کیا اور کفار کے مزعومہ اشکالات کا رد فرمایا، اللہ تعالیٰ نے اس عقیدہ کے احقاق کیلئے تین طرح سے استدلال فرمایا۔ 1 انسان کو پہلی بار پیدا کرنا۔ اس بات کو مشرکینِ مکہ بھی تسلیم کرتے تھے، وجہِ استدلال یہ ہے کہ جو ذات پہلی بار پیدا کرنے پر قادر ہے، اس کیلئے اس وجود کو دوبارہ بنانا کون سا مشکل ہے؟ [اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ○،،وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ۝،،قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ۝،][2] ترجمہ: کیاانسان کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا ہے؟ پھر یکایک وہ صریح جھگڑالو بن بیٹھا اور اس نے ہمارے لئے مثال بیان کی اور اپنی (اصل) پیدائش کو بھول گیا، کہنے لگا ان گلی سڑی ہڈیوں کو کون زندہ کر سکتا ہے؟ آپ جواب دیجئے! کہ انہیں وہ زندہ کرے گا جس نے انہیں اول مرتبہ پیدا کیا ہے، جو سب طرح کی پیدائش کا بخوبی جاننے والا ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا: [اَيَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَنۡ يُّتۡرَكَ سُدًى ؕ‏ ۳۶ اَلَمۡ يَكُ نُطۡفَةً مِّنۡ مَّنِىٍّ يُّمۡنٰى ۳۷ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ۳۸ فَجَعَلَ مِنۡهُ الزَّوۡجَيۡنِ الذَّكَرَ وَالۡاُنۡثٰى ؕ‏ ۳۹ اَلَيۡسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنۡ يُّحۡـىِۦَ الۡمَوۡتٰى ۴۰][1] ترجمہ: کیاانسان یہ سمجھتاہے کہ اسے بیکار چھوڑ دیا جائے گا کیا وہ ایک گاڑھے پانی کا قطرہ نہ تھا جو ٹپکایا گیا تھا؟ پھر وہ لہو کا لو تھڑا ہو گیا پھر اللہ نے اسے پیدا کیا اور درست بنادیا پھر اس سے جوڑے یعنی نر ومادہ بنائے کیا (اللہ تعالیٰ) اس (امر) پر قادر نہیں کہ مردے کو زندہ کردے؟ 2 دوسرا طریقِ استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنجر اور مردہ زمین کو شاداب کر دیا، توجو ذات مردہ زمین کو زندہ کرنے پر قادر ہے، اس کیلئے مردہ انسانوں کو زندہ کرنا کون سا مشکل ہے؟ ارشاد فرمایا: [وَمِنۡ اٰيٰتِهٖۤ اَنَّكَ تَرَى الۡاَرۡضَ خَاشِعَةً فَاِذَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡهَا الۡمَآءَ اهۡتَزَّتۡ وَرَبَتۡ ؕ اِنَّ الَّذِىۡۤ اَحۡيَاهَا لَمُحۡىِ الۡمَوۡتٰى ؕ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ] [2] ترجمہ: اس اللہ کی نشانیوں میں سے (یہ بھی) ہے کہ تو زمین کو دبی دبائی دیکھتا ہے پھر جب ہم اس پر مینہ برساتے ہیں تو وہ تروتازہ ہو کر ابھرنے لگتی ہے جس نے اسے زندہ کیا وہی یقینی طور پر مردوں کو بھی زندہ کرنے والا ہے، بیشک وہ ہر (ہر) چیز پر قادر ہے۔ مزید ارشاد فرمایا: [وَهُوَ الَّذِىۡ يُرۡسِلُ الرِّيٰحَ بُشۡرًۢا بَيۡنَ يَدَىۡ رَحۡمَتِهٖ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَقَلَّتۡ سَحَابًا ثِقَالًا سُقۡنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنۡزَلۡنَا بِهِ الۡمَآءَ فَاَخۡرَجۡنَا بِهٖ مِنۡ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخۡرِجُ الۡمَوۡتٰى لَعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُوۡنَ][1] ترجمہ: اور وہ ایسا ہے کہ اپنی باران رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ وہ خوش کر دیتی ہیں، یہاں تک کہ جب وہ ہوائیں بھاری بادلوں کو اٹھا لیتی ہیں، تو ہم اس بادل کو کسی خشک سرزمین کی طرف ہانک لے جاتے ہیں، پھر اس بادل سے پانی برساتے ہیں پھر اس پانی سے ہر قسم کے پھل نکالتے ہیں۔ یوں ہی ہم مردوں کو نکال کھڑا کریں گے تاکہ تم سمجھو۔ 3 تیسرا طریقِ استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کے خالق ہونے کا ذکر فرمایا، توجو ذات آسمانوں اور زمینوں جیسی عظیم مخلوقات پیدا کرنے پر قادر ہے، اس کیلئے انسان کا ڈھانچہ بنانا کونسا مشکل ہے؟ [اَوَلَمۡ يَرَوۡا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَلَمۡ يَعۡىَ بِخَلۡقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنۡ يُّحۡـىِۦَ الۡمَوۡتٰى ؕ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ][2] ترجمہ: کیا وہ نہیں دیکھتے کہ جس اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور ان کے پیدا کرنے سے وہ نہ تھکا، وہ یقیناً مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے؟ کیوں نہ ہو؟ وہ یقیناً ہر چیز پر قادر ہے۔ نیز فرمایا: [اَوَلَمۡ يَرَوۡا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنۡ يَّخۡلُقَ مِثۡلَهُمۡ وَجَعَلَ

لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ ؕ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا][3] ترجمہ: کیا انہوں نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ جس اللہ نے آسمان وزمین کو پیدا کیا ہے وہ ان جیسوں کی پیدائش پر پورا قادر ہے، اسی نے ان کے لئے ایک ایسا وقت مقرر کر رکھا ہے جو شک شبہ سے یکسر خالی ہے، لیکن ظالم لوگ انکار کئے بغیر رہتے ہی نہیں۔

قیامت پر ایمان لانے کا مطلب

قیامت پر ایمان لانا، ارکانِ ایمان میں سے ہے، اور اس سے مراد ہر اس شئ پر ایمان لانا ہے، جس کا تعلق مابعد الموت سے ہے، بشرطیکہ وہ کتاب وسنت میں مذکور ہو؛ کیونکہ یہ بات معلوم ہے کہ ہر مرنے والے کی قیامت، اس کی موت ہی سے قائم ہوجاتی ہے ، اور وہ دار العمل سے دار الجزاء کی طرف منتقل ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دو گھر بنائے ہیں: ایک دارِ دنیا، دوسرا دارِ آخرت۔ ان دونوں گھروں کے مابین خصوصی حدِ فاصل ہر انسان کی موت ہے، جبکہ عمومی حد نفخِ صور ہے۔

قیامت انتہائی بُرے لوگوں پر قائم ہوگی

نفخِ صور سے زمین پر موجود ہر زندہ انسان کی موت واقع ہوجائے گی، اور شریعت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ لوگ انتہائی بُرے اور بدبخت ہونگے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: (بروایت صحیح بخاری) "لاتقوم الساعة إلا على شرار الناس" یعنی: قیامت انتہائی بُرے لوگوں پر قائم ہوگی۔ دوسری حدیث میں "إلا على حثالة الناس" بھی ہے، جس کا معنیٰ انتہائی فضول لوگ جو کسی ذکر کے قابل نہیں۔ ایک اور حدیث میں جسے امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے: "لاتقوم الساعة حتى لا يقال في الأرض الله الله" یعنی: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک ایک شخص بھی صحیح معنیٰ میں اللہ تعالیٰ کو ماننے والا ہوگا۔

موت کے بعد دو زندگیاں

واضح ہو کہ مرنے کے بعد زندگی کی دو قسمیں ہیں: 1 برزخی حیات، یہ زندگی موت سے لیکر نفخِ صور تک ہے۔ نفخِ صور سے مراد وہ دوسرا صور ہے جس کے پھونکنے سے بعث کا عمل شروع ہو جائے گا، برزخی حیات کی حقیقت اللہ تعالٰی کے علاوہ کسی کے علم میں نہیں، لہذا برزخی حیات کا کوئی پہلو نہ تو دنیوی حیات پر قیاس کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اپنی عقل ودانش سے سمجھا جاسکتا ہے۔ لہذا ایک انسان کی عافیت وسعادت کا اصل نکتہ یہی ہے کہ وہ اس حیات کے تعلق سے سارا علم صرف کتاب وسنت سے حاصل کرے، کتاب وسنت میں جو کچھ مذکور ہے اس پر کسی اشکال یا اعتراض کے بغیر ایمان لے آئے، نیز یہ کہ کتاب وسنت سے ہر گز ہر گز تجاوز اختیار نہ کرے۔ 2 دوسری حیات، اخروی حیات کہلاتی ہے، جو دوسرے صور کے پھونکے جاتے ہی شروع ہو جائے گی۔ برزخی اور اخروی دونوں حیاتوں میں ہر انسان، شریعت کے بتائے ہوئے قواعد کے مطابق، جزاء یا سزا پائے گا۔

آخرت پر ایمان لانے کی تفصیل

یوم آخرت پر ایمان لانے سے مراد چند امور ہیں: 1 قیامت کے وقوع پر ایمان لانا، اور یہ ماننا کہ اللہ تعالٰی تمام اہلِ قبور کو اٹھائے گا، چنانچہ صور پھونکا جائے گا جس سے تمام اہلِ قبور زندہ ہو کر، رب العالمین کو حساب وکتاب دینے کیلئے میدانِ محشر میں جمع ہو جائیں گے۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: [ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ][1]

یعنی: پھر قیامت کے دن بلا شبہ تم سب اٹھائے جاؤ گے۔ دوسرے مقام پر فرمایا: [وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا][1] یعنی: اور ان لوگوں کو ہم جمع کر لیں گے اور ان میں سے کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "یحشر الناس یوم القیامة حفاة غرلا" یعنی: ہر شخص برہنہ، ننگے پاؤں اور غیر مختون اٹھایا جائے گا۔ 2 قیامت کے دن کے حوالے سے شریعت کے ذکر کردہ تمام امور اور جملہ اخبار پر ایمان لانا، مثلاً: لوگوں کا برہنہ، ننگے پاؤں، غیر مختون اور خالی ہاتھ اٹھائے جانا۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے: [يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ۭ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ۭ وَعْدًا عَلَيْنَا ۭ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ][2] ترجمہ: جس دن ہم آسمان کو یوں لپیٹ لیں گے جیسے

طومار میں اوراق لپیٹ دیئے جاتے ہیں، جیسے کہ ہم نے اول دفعہ پیدائش کی تھی اسی طرح دوبارہ کریں گے۔ یہ ہمارے ذمے وعدہ ہے اور ہم اسے ضرور کر کے (ہی) رہیں گے۔ اسی طرح قرآن وحدیث میں ذکر کردہ دیگر احوال واخبار پر ایمان لانا۔ مثلاً: حوضِ کوثر، شفاعت، پل صراط، جنت اور جہنم وغیرہ۔ اور اس سے بھی قبل احوالِ قبور پر ایمان لانا بھی عقیدۂ آخرت کا حصہ ہے، مثلاً: منکرونکیر فرشتوں کا ہر شخص سے سوال کرنا، نعیمِ قبور اور عذابِ قبور وغیرہ۔

ایمان کا پانچواں رکن

ایمان کا پانچواں رکن ''ایمان بالیوم الآخر'' ہے، جس کے بغیر ایمان کی تکمیل نہیں ہوسکتی، اور فتنۂ قبر پر ایمان لانا بھی ایمان بالیوم الآخر کا لازمی حصہ ہے، جس کے بغیر آخرت پر ایمان کی تکمیل نہیں ہوسکتی۔

فتنۂ قبر پر ایمان کا مطلب

فتنۂ قبر پر ایمان لانے کا معنی یہ ہے کہ قبر کے بارہ میں شریعتِ مطہرہ کی بیان کردہ ہر بات کو من وعن تسلیم کرلیا جائے، اور ان امور میں سے کسی امر کو اپنی عقل وخرد پر نہ پرکھا جائے۔ ہر شخص کا مرنا اور قبر میں جانا حق ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: [ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ][1] یعنی: پھر اسے موت دے گا، پس قبر میں اتار دے گا۔

قبر سے کیا مراد ہے؟

واضح ہو کہ قبر سے مراد وہ گڑھا نہیں ہے جسے لوگ کھود کر تیار کرتے ہیں، بلکہ انسان مرنے کے بعد جہاں بھی ہو وہی اس کی قبر ہے، ہمارے معاشرہ میں ایک غلط جملے کا رواج ہے، کوئی شخص ڈوب جائے یا جل جائے یا اسے کوئی جانور کھا جائے تو کہتے ہیں کہ اسے تو قبر بھی نصیب نہیں ہوئی۔ اس قسم کا جملہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا انکار ہے: [ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ] کیونکہ یہ فرمان اس امر کا متقاضی ہے کہ قبر ہر شخص کو نصیب ہوتی ہے، چنانچہ مرنے کے بعد جو شخص جہاں بھی ہو وہی اس کی قبر ہے، اور وہیں فتنۂ قبر قائم

ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ ہر شیٔ پر قادر ہے، اپنی ناقص بلکہ باغی عقول سے اللہ تعالیٰ کی قدرت میں شک یا انکار ، باعثِ حیرت وضلالت ہے، بلکہ موجبِ کفر بھی، والعیاذ باللہ۔

قبر نعمتوں یا عذاب کی جگہ ہے

ہمارا ایمان ہے کہ فتنۂ قبر حق ہے، یہ بھی ایمان ہے کہ قبر میں مومنین صالحین، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے متمتع ہوں گے، جبکہ کفار یا عصاۃ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق قرار پائیں گے۔ قولہ تعالیٰ: [وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ] [1] کا تقاضا ہے کہ نعمتوں یا عذاب کا یہ سلسلہ قیامت تک قائم رہے گا۔

قبر کی نعمتیں اور عذاب روح اور جسم دونوں کیلئے ہیں

ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ قبر کی نعمتیں، روح اور جسم دونوں کیلئے ہیں اسی طرح قبر کا عذاب بھی۔ اس پر کتاب وسنت کے دلائل موجود ہیں اور یہ عقیدہ، اجماعِ امت سے بھی ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں شہید کے متمتعِ نعمت ہونے کا ذکر فرمایا ہے: [وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ] [2] ترجمہ: جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کئے گئے ہیں ان کو ہرگز مردہ نہ سمجھیں، بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس روزیاں دیئے جاتے ہیں۔ دوسری آیت میں اس تعلق سے لوگوں کے ہر قسم کے شعور وادراک کی نفی فرمادی، گویا کوئی شخص اپنی عقل کو بروئے کار لاتے ہوئے اس کی حقیقت و کیفیت کا نہ تو ادراک کر سکتا ہے، نہ کسی قسم کا تعقل۔

[وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ] [1] ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کی راہ کے شہیدوں کو مردہ مت کہو وہ زندہ ہیں، لیکن تم نہیں سمجھتے۔ عذابِ قبر کے اثبات کیلئے ، قرآن مجید کا وہ بیان کافی ہے جس میں آلِ فرعون کو مسلسل عذاب دیئے جانے کا ذکر ہے: [اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۣ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ] [2] ترجمہ: آگ ہے جس کے سامنے یہ ہر صبح شام لائے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہو گی (فرمان ہو گا

کہ)فرعونیوں کو سخت ترین عذاب میں ڈالو۔ یہ آیتِ کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ آل فرعون کو قبر میں آگ کا شدید عذاب دیا جارہاہے،اور جب قیامت قائم ہو گی تو اس سے کہیں زیادہ شدید آگ کے عذاب میں منتقل ہو جائیں گے۔

معاشرہ میں رائج ایک غلط جملہ

یہاں بھی ایک غلط جملہ ،جو ہمارے معاشرہ میں رائج ہے،کا ذکر کرنا ضروری ہے،جب کوئی شخص مرتا ہے اور اسے قبر میں دفن کردیا جاتا ہے تو بعض لوگ کہتے ہیں کہ اپنے آخری ٹھکانے یا آرام گاہ میں منتقل ہو گیاہے۔ یہ جملہ انتہائی غلط ہے،اس سے آخرت کا انکار مترشح ہو رہاہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ قبر آخری ٹھکانہ نہیں ہے ،بلکہ نفخِ صور کے بعد قیامت کو آخری ٹھکانہ قرار دیا گیاہے: [ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ۔ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ][1] ترجمہ: پھر اسے موت دی اور پھر قبر میں دفن کیا۔ پھر جب چاہے گا اسے زندہ کردے گا۔

فتنۂ قبر کے حوالے سے چند احادیث

فتنۂ قبر کے حوالے سے چند احادیث ملاحظہ ہوں: صحیح بخاری میں ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا صلاۃ الکسوف والے قصہ میں روایت فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مامن شی لم أکن أریته إلا رأیته فی مقامی،حتی الجنة والنار،فأوحی إلی أنکم تفتنون فی قبورکم مثل أو قریبا-لاأدری أی ذلك قالت أسماء- من فتنة المسیح الدجال،یقال: ما علمك بهذا الرجل؟ فأما المؤمن أو الموقن-لاأدری بأیهما قالت أسماء- فیقول: هو محمد هو رسول الله،جاء نا بالبینات والهدی، فأجبنا واتبعنا، هو محمد ثلاثا،فیقال: نم صالحا،قد علمنا إن کنت لموقنا به، وأما المنافق أو المرتاب-لاأدری أی ذلك قالت أسماء- فیقول: لاأدری،سمعت الناس،یقولون شیئا فقلته. ترجمہ: اب تک جو کچھ مجھے نہیں دکھایا گیا تھا وہ میں نے آج اپنے اس مقام میں دیکھ لیاہے، حتیٰ کہ جنت اور جہنم بھی۔ پس میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ تم لوگ اپنی قبروں میں

مبتلائے فتنہ کئے جاؤ گے جو فتنۂ دجال کے مثل یا قریب ہوگا، کہا جائے گا: تمہارا اس شخص کے بارہ میں کیا علم ہے؟ مؤمن (یا صاحبِ یقین) فوراً جواب دے گا: وہ محمد ہیں، وہ اللہ کے رسول ہیں، ہمارے پاس دلائل اور ہدایت کے ساتھ تشریف لائے، پس ہم نے ان کی دعوت کو قبول کرلیا اور ان کی اتباع اختیار کرلی، (تین بار کہیں گے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔)

اس سے کہا جائے گا: تم آرام سے سو جاؤ، تحقیق ہمیں علم تھا کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پورے یقین کے ساتھ اتباع کرنے والے ہو۔ منافق (یا شکوک وشبہات کا شکار شخص) اس سوال کے جواب میں کہے گا: ہیں نہیں جانتا، میں نے تو لوگوں کو جو کچھ کہتے ہوئے سنا وہی کہہ ڈالا۔ وفی مصنف عبدالرزاق (٦٧٤٤) عن ابن جریج قال: أخبرنی أبو الزبیر أنه سمع جابر بن عبدالله یقول: إن هذه الأمة تبتلی فی قبورها، فإذا دخل المؤمن قبره، وتولی عنه أصحابه، أتاه ملك شدید الانتهار، فقال: ما كنت تقول فی هذا الرجل؟ فیقول المؤمن: أقول إنه رسول الله صلی الله علیه وسلم وعبده، فیقول له الملك: اطلع إلی مقعدك الذی كان لك من النار، فقد أنجاك الله منه، وأبدلك مكانه مقعدك الذی تری من الجنة؟ فیراها كلتیهما، فیقول المؤمن: أبشر أهلی؟ فیقال له: اسكن، فهذا مقعدك أبدا، والمنافق إذا تولی عنه أصحابه یقال له: ما كنت تقول فی هذا الرجل؟ فیقول: لا أدری، أقول ما یقول الناس، فیقال له: لا دریت، انظر مقعدك الذی كان لك من الجنة، قد أبدلك الله مكانه مقعدك من النار. ترجمہ: مصنف عبدالرزاق میں ہے، ابن جریج فرماتے ہیں: مجھے ابوالزبیر نے بیان کیا، انہوں نے جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے ہیں: بلاشبہ یہ امت اپنی قبروں میں امتحان وابتلاء میں ڈالی جائے گی، جب مؤمن قبر میں داخل ہوگا اور اس کے ساتھی اسے دفن کرکے واپس لوٹ جائیں گے تو ایک فرشتہ شدید غیظ وغضب سے بھرپور اس کے پاس آئے گا، اور کہے گا: تم اس شخص کے بارہ میں کیا کہتے ہو؟ مؤمن کہے گا: میں یہی کہتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں، اور اس کے بندے ہیں۔ فرشتہ کہے گا: اپنا وہ ٹھکانہ دیکھ لو جو تمہارے لئے جہنم میں تیار کیا گیا تھا، اللہ تعالی نے تمہیں اس سے خلاصی عطا فرمادی ہے، اور اس کے بدلے میں جنت میں تمہارا ٹھکانہ بنادیا ہے جو تم سامنے دیکھ رہے ہو۔ وہ بندۂ مومن اپنے ان دونوں ٹھکانوں کو دیکھے گا۔ تب وہ

فرشتے سے کہے گا: کیا میں اپنے گھر والوں کو خوشخبری دینے کیلئے جا سکتا ہوں؟ فرشتہ کہے گا: پر سکون ہو کر یہیں رہو، یہ تمہارا ہمیشہ کا ٹھکانہ ہے۔ منافق کو جب اس کے دوست واحباب دفن کرکے لوٹ جائیں گے، تو اس سے کہا جائے گا: تم اس شخص کے بارہ میں کیا کہتے ہو؟ وہ جواب دے گا: میں کچھ نہیں جانتا، میں تو صرف وہی کچھ کہا کرتا تھا جو لوگ کہتے تھے، تو اس سے کہا جائے گا: تو نے کچھ نہ جانا، ذرا اپنا وہ ٹھکانہ دیکھ لو جو تمہارے لئے جنت میں تیار کیا گیا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے، جہنم میں تمہارا ٹھکانہ تیار کر دیا ہے۔ اس کی سند صحیح ہے اور یہ حدیث حکماً مرفوع ہے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

فتنۂ قبر کے بارہ میں مندرجہ بالا نصوص میں مذکور ایک جملہ سے کچھ لوگ شبہ کا شکار ہو گئے، وہ جملہ فرشتوں کا یوں پوچھنا: "ما تقول فی هذا الرجل" یا "ماعلمك بهذا الرجل" ہے، یعنی اس شخص کے بارے میں تم کیا کہتے ہو۔ اس جملہ کے سیاق سے لگتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں موجود ہونگے، جن کی طرف فرشتے اشارہ کرکے سوال کریں گے، جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر میں حاضر وناظر ہونا ثابت ہوتا ہے۔ یہ محض ایک باطل اور بے بنیاد شبہ ہے، مسند احمد کی ایک حدیث میں پورا جملہ یوں مذکور ہے: "ماهذا الرجل الذی بعث فیکم" یہ شخص کیا ہے جو تمہارے بیچ مبعوث کیا گیا؟ "الذی بعث فیکم" کی صفت اس بات پر دال ہے کہ "هذا" کا اشارہ کسی مبصر یا محسوس کی طرف نہیں ہے، بلکہ موجود فی الذہن کی طرف ہے۔ تبھی تو مؤمن اس سوال کا جواب دے گا: "هو محمد هو رسول الله" اور یہ بات معلوم ہے

کہ "هو" کی اصل وضع ضمیر برائے بعید ہے۔ ورنہ اس کا جواب یوں ہونا چاہئے تھا: "هذا محمد هذا رسول الله" کسی بھی غائب شخص کو ذہن میں رکھ کر اس کیلئے هذا کی ضمیر استعمال کرنا، اہل عرب کے اسلوبِ کلام میں شائع وذائع ہے۔ اس کی مثال صحیح بخاری میں مروی، حدیثِ ہرقل میں مذکور ایک جملہ سے دی جا سکتی ہے، ہرقل نے ابوسفیان سے پوچھا تھا: "إني سائل عن هذا الرجل ... الخ" یعنی: میں اس شخص کے بارہ میں کچھ سوال کرنا چاہتا ہوں۔ یہاں ہرقل، جواب تک نہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جانتا

ہے، نہ ہی آپ پر ایمان لایا اور نہ کبھی لا سکا، نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے "ھذا" کا اشارہ استعمال کیا ہے، اور ظاہر ہے یہ اشارہ مبصَر شئ کیلئے نہیں ہے، بلکہ مافی الذہن کی طرف ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ ہر قل کے قول: "إنی سائل عن هذا الرجل" میں ہر قل کا اشارہ، مافی الأذهان کی بجائے مافی الأعیان کی طرف ہے، جیسا کہ اہل شبہ کا فہم ہے، تو پھر یہ بات ایک لطیفہ سے کم نہ ہو گی کہ وہ ہر قل جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جانتا تک نہیں، نہ اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی توفیق ہوئی، مگر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر ناظر ہونے کا عقیدہ رکھتا تھا۔ فیاللعجب. حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ان لوگوں پر "ما في الأذهان" اور "ما في الأعيان" کے مابین اشتباہ ہو گیا ہے، ان لوگوں نے مافی الاذہان کو مافی الاعیان سمجھ لیا ہے، اور یہ بہت بڑی خرابی ہے۔

[1] فتنۂ قبر سے متعلق مسند احمد کی ایک طویل حدیث

مسند احمد بن حنبل میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل حدیث میں فتنۂ قبر کا ذکر ہے، جس کے چند اقتباسات درج کئے جاتے ہیں: مؤمن جب قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے تو: فيأتيه ملكان فيجلسانه فيقولان له: من ربك؟ فيقول: ربي الله، فيقولان له: ما دينك؟ فيقول: ديني الإسلام، فيقولان له: ما هذا الرجل الذي بعث فيكم؟ فيقول: هو رسول الله صلى الله عليه وسلم. یعنی: مؤمن کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، اسے بٹھا لیتے ہیں اور پوچھتے ہیں: تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے۔ پھر وہ پوچھتے ہیں: تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے: میرا دین اسلام ہے۔ پھر وہ پوچھتے ہیں: یہ شخص کیا ہے جو تمہارے بیچ مبعوث کیا گیا؟ وہ جواب دیتا ہے: وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس شخص کی بابت، اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم دیا جاتا ہے: فأفرشوه من الجنة وألبسوه من الجنة وافتحوا له بابا إلى الجنة. قال فيأتيه من رَوحها وطيبها، ويفسح له في قبره مد بصره. یعنی: اس کیلئے جنت کا بستر بچھا دیا جائے اور اسے جنت کا لباس پہنا دیا جائے اور اس کیلئے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جائے، چنانچہ جنت کی ہوائیں اور خوشبوئیں اسے مستقل پہنچتی رہتی ہیں اور اس کی قبر کو تاحدِ نگاہ کشادہ کر دیا جاتا ہے۔ کافر (یا نافرمان) شخص کے ذکر میں فرمایا: ويأتيه ملكان فيجلسانه،

فيقولان له:من ربك؟فيقول: هاه هاه لاأدري! فيقولان له: ما دينك؟ فيقول: هاه هاه لاأدري!فيقولان له:ما هذا الرجل الذي بعث فيكم؟فيقول: هاه هاه لاأدري. یعنی: کافر کے پاس دو فرشتے آتے ہیں،اس سے پوچھتے ہیں؟ تیرا رب کون ہے؟وہ جواب دیتا ہے: ہائے ہائے (کلمہ تعجب) میں نہیں جانتا۔ پھر وہ پوچھتے ہیں: تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے: ہائے ہائے میں نہیں جانتا۔ پھر وہ پوچھتے ہیں: یہ شخص کیا ہے جو تمہاری طرف مبعوث کیا گیا؟وہ جواب دیتا ہے: ہائے ہائے میں نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آتا ہے: أفرشوا له من النار، وافتحوا له بابا إلى النار،فيأتيه من حرها وسمومها، ويضيق عليه قبره حتى تختلف أضلاعه.[1] یعنی: اسے جہنم کا بستر مہیا کردو،اور ایک دروازہ جہنم کی طرف کھول دو، چنانچہ جہنم کی گرم ہوائیں اسے مستقل پہنچتی رہیں گی،اور اس کی قبر کو اس قدر تنگ کردیا جائے گا کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں داخل ہو جائیں گی۔

شریعت کی ایک عظیم برکت وسماحت

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ہر شخص سے قبر میں تین سوال کئے جائیں گے،یہ شریعت کی برکت اور سماحت ہے کہ ان تین سوالوں کی پہلے سے آگاہی دے دی گئی ہے،تاکہ اللہ کے بندے ان کی خوب تیاری کرلیں،یہ تینوں سوال کس قدر آسان ہیں! تبھی تو ایک کافر یا منافق یا فاسق جنہیں ان سوالوں کے جواب سجھائی نہ دیں گے،وہ کلمۂ تعجب (هاه هاه) استعمال کریں گے،یعنی اظہارِ تعجب کریں گے کہ یہ سوال توبظاہر انتہائی آسان ہیں، مگر تعجب ہے کہ ہمیں ان کے جواب سجھائی نہیں دے رہے۔

قبر کے سوالات کے صحیح جوابات کی توفیق کیسے میسر ہوگی؟

اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر بھلا ان سوالوں کے جواب کیسے ممکن ہیں؟اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ان تینوں سوالوں کی صحیح اور کامل معرفت کسے تھی اور کسے نہیں تھی، نیز اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ان تینوں سوالوں کے مقتضیٰ پر کس نے عمل کیا اور کس نے نہیں کیا۔

چنانچہ قبر کے سوال: من ربك؟ کا صحیح جواب وہ شخص دے گا جسے رب کی معرفت ہو، اس کی توحید کی کامل پہچان ہو، اس کے علاوہ کسی کو ربوبیت اور الوہیت کے قابل قرار نہ دیا ہو اور پوری زندگی اس نفیس عقیدہ کے مقتضیٰ پر عمل پیرا رہا ہو۔ لیکن جو شخص رب تعالیٰ اور اس کی توحید کی معرفت سے نابلد و ناآشنا رہا ، اس کے علاوہ دوسروں کو مشکل کشا یا حاجت روا قرار دیا، یا پھر ان کی عبادت کا مرتکب رہا، وہ بے تحاشا علم کے باوجود اس سوال کے جواب سے محروم کر دیا جائے گا، اس کا علمی خزانہ اس کے کسی کام نہ آئے گا جس پر وہ تعجب کرتے ہوئے ھاہ ھاہ لاأدری کہے گا۔ اسی طرح فرشتوں کے سوال: مادینك؟ کے صحیح جواب کی توفیق صرف اس بندہ کو میسر آئے گی، جس نے پوری زندگی دین اسلام کی عظیم امانت کو اپنے سینہ سے لگائے رکھا، اس کے عقیدہ، عمل اور خلق و سلوک کا مبنیٰ صرف دین اسلام رہا۔ لیکن جو شخص دین اسلام کے علاوہ دیگر ادیان سے مرعوب رہا اور ان کے قواعد وضوابط اور مبانی اختیار کرنے میں پیش پیش رہا، اور اس کی زندگی دین اسلام اور دیگر ادیان کے مابین تخلیط و تلبیس کی آئینہ دار رہی، اللہ تعالیٰ کے فرمان: [لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ][1] اور فرمان: [ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَاۗفَّةً][2] کے مخالف چلتا رہا، وہ اس سوال کے جواب سے قطعی محروم کر دیا جائے گا۔ اسی طرح فرشتوں کے سوال: من نبیك؟ کے صحیح جواب کی توفیق اسی بندہ کو میسر آئے گی، جس کی پوری زندگی کی اتباع کا محور، محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے، جس کا عقیدہ یہ ہو گا کہ ہر عمل پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا رنگ ہونا ضروری ہے، جس کی پوری زندگی اس حدیث کی آئینہ دار رہی: «من عمل عملا لیس علیه أمرنا فهو رد» یعنی: جس نے بھی کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہماری مہرِ تصدیق نہ ہو تو وہ مردود ہے۔ لیکن جس شخص نے عملاً اس فرمانِ مصطفیٰ کی دھجیاں بکھیر دیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کر کے اپنے دین کو خالص رکھنے کی بجائے دوسروں کی آراء کا پیروکار بن کر، اپنے دین کو ملاوٹی کر لیا، تو وہ اس سوال کا جواب دینے سے قاصر رہے گا؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے توفیق حاصل نہ ہو سکے گی۔ (والعیاذ باللہ)

سلف صالحین قبر کو بہت یاد رکھا کرتے تھے

چونکہ قبر آخرت کا پہلا زینہ ہے، جسے سلف صالحین بہت یاد رکھا کرتے تھے، سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ اسی حکمت کے پیش نظر، کسی بھی قبر کو دیکھ کر زار و قطار رودیا کرتے تھے، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیارتِ قبور کی ترغیب دلایا کرتے تھے اور موت کو سب سے بہتر واعظ قرار دیا کرتے تھے، تاکہ لوگ اس اہم گھاٹی کی تیاری کی طرف متوجہ ہوں۔

ایک عظیم دعا جس میں قبر کے سوالوں کا جواب مذکور ہے

واضح ہو کہ یہ تیاری انہی تین سوالوں کے صحیح جواب میں منحصر و مرکوز ہے: "من ربك؟ ما دينك؟ من نبيك؟" اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دعا کے بار بار پڑھنے کا حکم دیا اور اس کی فضیلت بیان فرمائی، چنانچہ صحیح مسلم میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: من قال رضيت بالله ربا وبالإسلام دينا وبمحمد نبيا،دخل الجنة. یعنی: جو شخص رضيت بالله ربا وبالإسلام دينا وبمحمد نبيا، کہے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کلمات اذان کے جواب میں بھی کہا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح و شام کے اذکار میں بھی یہ کلمات تین تین بار دہرایا کرتے تھے۔ اگر آپ غور کریں گے تو ان کلمات میں قبر ہی کے تینوں سوالوں کی تیاری کی بابت تلقین موجود ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ذاق طعم الإيمان من رضي بالله ربا وبالإسلام دينا وبمحمد رسولا.[1] یعنی: جو شخص اللہ تعالیٰ کو رب مان کر، اسلام کو اپنا دین مان کر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رسول مان کر راضی ہو گیا اس نے ایمان کا ذائقہ چکھ لیا۔ اس حدیث میں بھی مذکور تینوں امور قبر کے سوالات ہی سے متعلق ہیں، فضیلت بیان کرنے کا مقصد یہی ہے کہ ان کلمات کو مکمل معرفت کے ساتھ پڑھا جائے تاکہ قبر کی گھاٹی کی تیاری ہو سکے۔

عذابِ قبر سے پناہ کی دعائیں

عن ابی هریرۃ رضی الله عنه قال :قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "إذا تشهد أحدکم فلیستعذ بالله من أربع،یقول :أللهم إني أعوذبك من عذاب جهنم ومن عذاب القبر ومن فتنة المحیا والممات ومن شر فتنة المسیح الدجال. یعنی: جب تم میں سے کوئی اپنی نماز میں تشہد میں بیٹھے تو اللہ تعالیٰ کی چار چیزوں سے پناہ طلب کیا کرے اور یوں کہا کرے: اے اللہ! میں جہنم کے عذاب سے تیری پناہ چاہتا ہوں،اور قبر کے عذاب سے بھی،اور زندگی اور موت کے فتنہ سے بھی،اور دجال کے فتنہ کے شر سے بھی۔ ویسے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمومی طور پر عذابِ قبر سے پناہ طلب کیا کرتے تھے: عن ابی هریرۃ رضی الله عنه قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یدعو :أللهم إني أعوذبك من عذاب القبر ومن عذاب النار ومن فتنة المحیا والممات ومن فتنة المسیح الدجال. یعنی: ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکثرت یہ دعا فرمایا کرتے تھے: اے اللہ! میں عذابِ قبر سے، عذابِ جہنم سے، زندگی اور موت کے فتنے سے، اور دجال کے فتنہ سے تیری پناہ کا طلب گار ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فتنۂ قبر اور عذابِ قبر سے پناہ طلب کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ گھاٹی انتہائی شدید اور مہیب ہے۔

قبر کے سوالوں کے جواب کی تیاری کیلئے ایک مفید کتاب

ضروری ہے کہ قبر کی طرف جانے والا ہر انسان تیاری کر کے جائے، اور تیاری کیلئے ان تین سوالات کے فہم کیلئے محنت شاقہ کی ضرورت ہے، شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے ایک رسالہ تالیف فرمایا ہے، جس کا نام "الأصول الثلاثة وأدلتها" ہے، یعنی تین اصول اور ان کے دلائل، اس رسالہ میں جن تین اصولوں کا ذکر ہے وہ یہ ہیں: 1 رب کی معرفت 2 دین کی معرفت 3 نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت اور یہی قبر کے سوالات ہیں، اس رسالہ کا مطالعہ نہایت اہم ہے، ہمارا یہ مشورہ ہے کہ مساجد و مدارس میں اس کی تعلیم کا اہتمام ہو۔ والتوفیق بید الله تعالی

قبر کے معاملہ کی سنگینی

قبر اور قبرستان کا معاملہ کس قدر سنگین اور خطرناک ہے، اس کا اندازہ اس حدیث سے بھی ہوتا ہے: عن زيد بن ثابت رضى الله عنه أن النبى صلى الله عليه وسلم قال: (إن هذه الأمة تبتلى فى قبورها،فلولا أن لاتدافنوا لدعوت الله أن يسمعكم من عذاب القبر الذى أسمع منه)[1] یعنی: زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک یہ امت اپنی قبروں میں مبتلائے فتنہ کی جاتی ہے، اگر یہ خدشہ نہ ہوتا کہ تم اپنے مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں ضرور دعا کرتا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں تھوڑا سا عذابِ قبر سنادے، جو میں سنا کرتا ہوں۔ اس حدیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عذابِ قبر انتہائی شدید ہے کہ اس کی ایک جھلک دیکھ لینے یا ایک چیخ سن لینے سے، پوری دنیا اس قدر خوف وہراس میں مبتلا ہو جائے کہ کوئی قبرستان کا رُخ ہی نہ کرے، اپنے مرے ہوئے عزیزوں کو دفن کرنے کی ہمت و جرأت ہی نہ کرے، والعیاذ باللہ. لہذا لازم ہے کہ ہم فتنۂ قبر سے اپنے رب تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے رہیں، اور وہ تیاری کریں جو اس انتہائی پُر وحشت مقام پر کام آئے گی۔ اللهم إنا نعوذبك من فتنة القبر و من عذاب النار.

قبر کی نعمتیں یا عذاب جسم وروح دونوں پر ہوگا

اہل السنہ والجماعۃ کا یہ عقیدہ ہے کہ قبر کی نعمتیں یا قبر کا عذاب جسم اور روح دونوں پر ہوگا، اور یہ بھی عقیدہ ہے کہ قبر کوئی دائمی ٹھکانہ نہیں ہے، بلکہ یہاں سے ایک دوسرے جہان میں منتقل ہونا ہے جو دار الآخرۃ ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: [وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ][1] یعنی: اور یہ کہ قیامت قطعاً آنے والی ہے جس میں کوئی شک وشبہ نہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ قبروں والوں کو دوبارہ زندہ فرما کر اٹھائے گا۔ نیز فرمایا: [وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ][2] یعنی: اور صور پھونک دیا جائے گا پس آسمانوں اور زمین والے سب بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے مگر جسے اللہ چاہے، پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا پس وہ ایک دم کھڑے ہو کر دیکھنے لگ جائیں گے۔ نیز فرمایا: [وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَىِٕذٍ

يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا][3] یعنی: اس دن ہم انہیں آپس میں ایک دوسرے میں گڈ مڈ ہوتے ہوئے چھوڑ دیں گے اور صور پھونک دیا جائے گا پس سب کو اکٹھا کر کے ہم جمع کر لیں گے۔

قیامت کے دن کا حشر، دنیاوی جسم کے ساتھ ہوگا

اہل السنۃ والجماعۃ کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کا حشر، ان کے دنیا کے جسم کے ساتھ ہوگا، وہی آنکھیں، کان اور چمڑی ہوگی۔

اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: [وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ۝۱۹ حَتّٰٓى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۲۰ وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ۭ قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۲۱ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝۲۲ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝۲۳][1] یعنی: اور جس دن اللہ کے دشمن دوزخ کی طرف لائے جائیں گے اور ان (سب) کو جمع کر دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ جب بالکل جہنم کے پاس آجائیں گے اور ان پر ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں ان کے اعمال کی گواہی دیں گی۔ یہ اپنی کھالوں سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف شہادت کیوں دی، وہ جواب دیں گی کہ ہمیں اس اللہ نے قوت گویائی عطا فرمائی جس نے ہر چیز کو بولنے کی طاقت بخشی ہے، اسی نے تمہیں اول مرتبہ پیدا کیا اور اسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے، اور تم (اپنی بداعمالیاں) اس وجہ سے پوشیدہ رکھتے ہی نہ تھے کہ تم پر تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں گواہی دیں گی، ہاں تم یہ سمجھتے رہے کہ تم جو کچھ بھی کر رہے ہو اس میں سے بہت سے اعمال سے اللہ بے خبر ہے۔ تمہاری اسی بدگمانی نے جو تم نے اپنے رب سے کر رکھی تھی تمہیں ہلاک کر دیا اور بالآخر تم زیاں کاروں میں ہو گئے۔ اسی طرح دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا: [اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ][1] یعنی: ہم آج کے دن ان کے منہ پر

مہریں لگادیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے اور ان کے پاؤں گواہیاں دیں گے، ان کاموں کی جو وہ کرتے تھے ۔ نیز فرمایا:[يَّوۡمَ تَشۡهَدُ عَلَيۡهِمۡ اَلۡسِنَتُهُمۡ وَاَيۡدِيۡهِمۡ وَاَرۡجُلُهُمۡ بِمَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ][2] یعنی: جب کہ ان کے مقابلے میں ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ پاؤں ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔ یہ بات احادیث سے بھی ثابت ہے، بطورِ مثال صحیح بخاری و مسلم میں مروی، حدیثِ ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ پڑھی جائے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کا قصہ ذکر فرمایا ہے جس نے عندالموت اپنے بیٹوں کو وصیت کی تھی کہ اس کے جسم کو مرنے کے بعد جلادیا جائے، اور اس کی راکھ آدھی سمندر میں بہادی جائے اور بقیہ آدھی خشکی کی ہواؤں کے سپرد کردی جائے، بیٹوں نے یہ وصیت من و عن نافذ کردی، اللہ تعالیٰ نے سمندر کو حکم دیا کہ اس بندے کی راکھ نکال باہر کرو، اسی طرح خشکی کو بھی راکھ نکالنے کا حکم دیا، حتی کہ اس شخص کا پورا جسم جیسا کہ دنیا میں تھا، تیار ہوگیا۔[3] قرآن وحدیث کے ان دلائل سے بخوبی علم ہورہا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو ان کے دنیوی جسم اور اعضاء کے ساتھ اٹھائے گا، اس کی بہت سی وجوہات ہوسکتی ہیں، ایک وجہ واللہ اعلم یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن اپنا انصاف قائم کرنے کیلئے ہر بندے کے جسم کے ہر عضو سے گواہی لینی ہے، تو کوئی بندہ اپنے کسی عضو کا یہ کہہ کر انکار نہ کرسکے کہ یہ تو میرا عضو ہے ہی نہیں، لہذا اللہ رب العزت دنیوی اعضاء کے ساتھ ہر بندے کا حشر فرمائے گا۔

قرآن پاک نے تو یہاں تک بتلادیا ہے کہ ہر انسان کے ہاتھوں کی انگلیوں کے پورے تک، دنیاوالے ہونگے، کوئی فرق نہ ہوگا۔[اَيَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَلَّنۡ نَّجۡمَعَ عِظَامَهٗ ۔ بَلٰى قٰدِرِيۡنَ عَلٰٓى اَنۡ نُّسَوِّىَ بَنَانَهٗ ۔][1] یعنی: کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جمع کریں گے ہی نہیں۔ ہاں ضرور کریں گے ہم تو قادر ہیں کہ اس کی پور پور تک درست کردیں۔ ان تمام باتوں پر ایمان لانا، یوم آخرت پر ایمان لانے کا حصہ ہے، جو شخص ان میں سے کسی شی کا انکار کرے گا، وہ یوم آخرت کے انکار کا مرتکب ہوگا، اور جو شخص یوم آخرت کے انکار کا مرتکب ہوگا وہ ایمان کے ساتھ کفر کا مرتکب ہوگا۔

میدانِ محشر اور اس کی خطورت

یوم آخرت پر ایمان لانے کا ایک اہم حصہ یہ بھی ہے کہ قبروں سے لوگوں کو اٹھا کر موقف میں اکٹھا کر دیا جائے گا، موقف سے مراد وہ زمین جہاں آخرت کا حشر بپا ہوگا اور تمام خلائق کا حساب و کتاب ہوگا۔ اس حشر کی شدت وخطورت کا اندازہ اس حدیث سے لگایا جاسکتا ہے: عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (تحشرون حفاة عراة غرلا،قالت عائشة :فقلت يا رسول الله! الرجال والنساء ينظر بعضهم إلى بعض؟ فقال: الأمر أشد من أن يهمهم ذلك)[۲]

یعنی: ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ اٹھائے جاؤگے ننگے پاؤں، برہنہ جسم اور ختنہ کے بغیر، اس پر ام المؤمنین نے عرض کیا: یارسول اللہ ! پھر تو مرد اور عورتیں ایک دوسرے کو دیکھیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (نہیں) معاملہ اس سے بہت زیادہ سنگین ہوگا۔ یہ حدیث صحیح بخاری و مسلم میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔

سب سے پہلے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر سے اٹھایا جائے گا

ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ سب سے پہلے جس شخصیت کی قبر شق ہوگی اور جسے سب سے پہلے ارضِ محشر میں اٹھایا جائے گا، وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جس کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: (أنا سيد ولد آدم يوم القيامة، وأول من ينشق عنه القبر، وأول شافع وأول مشفع)[۱] یعنی: میں قیامت کے دن تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں گا، اور سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی، اور سب سے پہلا شفاعت کرنے والا میں ہوں گا، اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول کی جائے گی۔ آخرت کا یہ حشر کائنات کے ہر شخص پر قائم ہوگا، کوئی شخص اس حشر سے بچ نہ پائے گا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: [وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا][2] یعنی: ہم انہیں قیامت کے دن جمع کریں گے، اور ان میں سے کسی شخص کو نہ چھوڑیں گے۔

شفاعتِ عظمیٰ کا بیان

یومِ آخرت پر ایمان لانے کا ایک اہم ترین حصہ ،شفاعتِ عظمیٰ پر ایمان لانا ہے، یہ حساب و کتاب سے قبل ارضِ محشر میں ہو گی، یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے،اور یہی مقامِ محمود ہے۔

اللہ تعالیٰ کا حساب و کتاب کیلئے آنا،اور اس صفت پر ایمان کا طریقہ

اسی شفاعت کے بعد اللہ تعالیٰ حساب و کتاب کیلئے آئے گا،اللہ تعالیٰ کا آنا قرآن مجید میں مذکور ہے: [وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا][1] یعنی:اور آئے گا تیرا رب،اور فرشتے صفیں باندھے ۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: یعنی لفصل القضاء بین خلقه.یعنی: اللہ تعالیٰ کا یہ آنا،اپنی مخلوقات میں فیصلے کرنے کیلئے ہے۔ اس آیتِ کریمہ سے اللہ تعالیٰ کی صفتِ مجیٔ یعنی :آنا،ثابت ہو رہی ہے، جس پر ہمارا ایمان ہے،البتہ اللہ تعالیٰ کے آنے کی کیفیت ہم نہیں جانتے؛کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آنے کی کیفیت بیان نہیں فرمائی،لہذا جو کچھ بتادیا اس پر ایمان لانا فرض ہے، کسی تاویل یا تشبیہ کے بغیر،اور جو نہیں بتایا اس کے علم کو بلا تشبیہ وتاویل،اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے،اس عقیدہ کے ساتھ کہ اس کی ہر صفت، کمال ہے،ہر نقص اور عیب سے پاک ہے۔

شفاعتِ عظمیٰ کی تفصیل

ارضِ محشر کی یہ شفاعت،شفاعتِ عظمی کہلاتی ہے،جو احادیثِ صحیحہ میں (حدیثِ شفاعت) کے نام سے مذکور و معروف ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ لوگ محشر کے وقوف سے انتہائی پریشان ہونگے، چنانچہ حساب وکتاب کے شروع ہونے اور محشر کے وقوف سے چھٹکارا حاصل کرنے کیلئے، شافعِ کی تلاش کریں گے ،یکے بعد دیگرے اولوالعزم انبیاء(آدم ،ابراھیم ،موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام) کے پاس جائیں گے ،اور حساب وکتاب کے شروع ہونے کیلئے ،اللہ تعالیٰ کے حضور شفاعت کا مطالبہ کریں گے،ہر نبی اپنی ایک غلطی کا ذکر کرکے کہے گا:(لست بصاحب ذاکم)یعنی:یہ میرا کام نہیں ہے۔ بالآخر لوگ سید ولد آدم ،افضل الرسل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر شفاعت کا مطالبہ کریں

گے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے:(أنا لها،أنا لها)یعنی:اس(شفاعت)کیلئے میں ہوں، اس (شفاعت)کیلئے میں ہوں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حضور، فصلِ قضاء کیلئے آنے کی شفاعت کریں گے، جسے اللہ تعالیٰ قبول کرلے گا،اور حساب وکتاب کیلئے آئے گا،آگے فرشتے قطار اندر قطار چل رہے ہونگے، یہ شفاعتِ عظمی اور مقامِ محمود ہے،اسے مقامِ محمود اس لئے کہاجائے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مبارک عمل پر تمام اولین وآخرین آپ کی حمد یعنی تعریف بجالائیں گے۔ واضح ہو کہ یہ قیامت کی جملہ شفاعتوں میں سے پہلی شفاعت ہوگی، جو اہلِ موقف کو محشر کی تکلیف سے چھٹکارادلانے اور حساب وکتاب شروع ہونے کے حوالے سے ہوگی، قیامت کے دن اور بھی بہت سی شفاعتوں کا ذکر ملتاہے، جو اللہ تعالیٰ کے اذن سے ہونگیں، قیامت کے دن نہ تو کوئی اپنی مرضی سے شافع بن سکے گا،اور نہ کوئی شافع اپنی مرضی سے کسی کو مشفوع یعنی قابلِ شفاعت قرار دے سکے گا۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:[مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یَشۡفَعُ عِنۡدَهٗۤ اِلَّا بِاِذۡنِهٖ][1]

یعنی: کون ہے جو اس کے حضور شفاعت کرسکے، مگر صرف اسی کی اجازت سے۔ نیز فرمایا:[وَلَا یَشۡفَعُوۡنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارۡتَضٰی][1]یعنی: شفاعت کرنے والے نہیں شفاعت کرسکیں گے مگر صرف اس کی جس کی شفاعت میں اللہ تعالیٰ راضی ہوگا۔

دیگر شفاعتوں کی تفصیل

ان شفاعتوں کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے: 1اہلِ جہنم کیلئے شفاعت:اس سے مراد کچھ وہ لوگ ہیں جن کیلئے جہنم کے داخلے کا فیصلہ ہوگا،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حضور ان کیلئے جہنم سے بچاؤ کی شفاعت فرمائیں گے،احادیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پلِ صراط پر تشریف لاکر شفاعت فرمائیں گے۔اس موقعہ پرآپ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ یہ ہونگے:(أللهم سلم سلم)اور بعض احادیث میں (رب سلم سلم)یعنی :اے اللہ!انہیں سلامتی عطافرمادے۔مکمل حدیث اگلے صفحات میں ملاحظہ کیجئے۔2اہلِ جنت کے رفعِ درجات کی شفاعت:اس سے مراد یہ ہے کہ کچھ جنتی، جنت میں داخل ہونگے اوران درجات پر فائز ہونگے، جوان کے اعمال کے موافق ہونگے، رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کیلئے بلندی درجات کی شفاعت فرمائیں گے۔اسی میں ازواجِ مطہرات کیلئے شفاعت بھی شامل ہے،یعنی وہ جس درجہ کی مستحق ہونگی اس پر فائز ہونگی،تورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کیلئے اللہ تعالیٰ کے حضور شفاعت فرمائیں گے کہ انہیں،آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملادے۔اللہ تعالیٰ کافرمان ہے:[وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ][1]یعنی:اور جولوگ ایمان لائے اوران کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کی پیروی کی ہم ان کی اولاد کوان تک پہنچادیں گے اوران کے عمل سے ہم کچھ کم نہ کریں گے،ہر شخص اپنے اپنے اعمال کا گروی ہے۔3 جنت میں بلاحساب داخل کروانے کی شفاعت،جس کی دلیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ دعاہے جوآپ نے عکاشہ بن محصن الغفاری کیلئے فرمائی تھی،تاکہ وہ ان ستر ہزار افراد میں شامل ہوجائے،جنہیں بلاحساب جنت کا داخلہ نصیب ہوگا۔[2]4 تخفیفِ عذاب کی شفاعت،جیساکہ احادیث سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچاابوطالب کیلئے عذاب میں نرمی کی شفاعت فرمائیں گے،چنانچہ اللہ تعالیٰ اسے (ضحضاح) میں ڈال دے گا،جہاں آگ صرف دوقدموں کو چھووے گی،مگراس میں بھی اتنی شدت ہوگی کہ دماغ کھولتارہے گا۔[3]والعیاذ باللہ. 5دخولِ جنت کی شفاعت:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کافرمان ہے:(أنا أول الناس يشفع في الجنة،وأنا أكثر الأنبياء تبعا)[4]یعنی:میں سب سے پہلے دخولِ جنت میں شافع ہونگا،اور تمام انبیاء میں میرے پیروکارسب سے زیادہ ہونگے۔ایک حدیث میں یہ الفاظ بھی وارد ہیں:(آتي باب الجنة يوم القيامة فأستفتح،فيقول الخازن:من أنت؟ فأقول: محمد،فيقول:بك أمرت لا أفتح لأحد قبلك)[1]یعنی:میں جنت کے دروازے پہ آؤنگااور(دستک دیکر)اس کے کھولے جانے کا تقاضا کرونگا،دربان فرشتہ پوچھے گا:تم کون ہو؟میں کہوں گا:محمد(صلی اللہ علیہ وسلم)،وہ کہے گا:آپ ہی کے بارہ میں مجھے حکم دیاگیاتھاکہ آپ سے قبل کسی کیلئے جنت کادروازہ نہ کھولوں۔

اہلِ کبائر کیلئے شفاعت6

اہلِ کبائر کیلئے جہنم سے نکالے جانے کی شفاعت: اس کے اثبات کیلئے بے شمار احادیث موجود ہیں، بعض علماء نے ان کے متواتر ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: (لکل نبی دعوة مستجابة،فتعجل کل نبی دعوته،وإنی إختبأت دعوتی شفاعة لأمتی یوم القیامة فهی نائلة إن شاء الله من مات من أمتی لا یشرك بالله شیئا)[۲] یعنی: ہر نبی کو ایک ایسی دعا کا اختیار دیا گیا جو ضرور قبول کرلی جائے گی، چنانچہ ہر نبی وہ دعا مانگنے میں جلدی کر گیا (یعنی ہر نبی اس دعا کا حق دنیا میں استعمال کر چکا ہے) میں نے اس دعا کو چھپا کر آخرت میں اپنی امت کی شفاعت کیلئے ذخیرہ بنالیا ہے، پس یہ شفاعت میری امت کے ہر اس شخص کو ان شاء اللہ نصیب ہوگی جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک پر نہ مرا ہو۔ واضح ہو کہ شفاعت کی یہ قسم ملائکہ، انبیاء اور مؤمنین سب کو حاصل ہوگی، صحیح مسلم میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا:

(شفعت الملائکة وشفع النبیون وشفع المؤمنون ولم یبق إلا أرحم الراحمین ۔۔۔الحدیث)
یعنی: فرشتے شفاعت کر چکے، انبیاء شفاعت کر چکے اور مؤمنین شفاعت کر چکے، اب صرف ارحم الراحمین باقی رہ گیا ہے۔ الحدیث

قیامت کا انتہائی مہیب مرحلہ

قیامت کا ایک انتہائی اہم اور بڑا ہی مہیب مرحلہ، بندوں کی اللہ تعالیٰ پر پیشی کا ہے، اس پیشی میں بندوں نے اللہ تعالیٰ کو اپنے جملہ اعمال کا حساب دینا ہے، آخرت کی اس پیشی پر ایمان لانا ضروری ہے اس کے بغیر ایمان بالیوم الآخر نا قابل قبول ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: [يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُونَ لَا تَخْفَىٰ مِنكُمْ خَافِيَةٌ ۱۸ فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَيَقُولُ هَاؤُمُ اقْرَءُوا كِتَابِيَهْ ۱۹ إِنِّي ظَنَنتُ أَنِّي مُلَاقٍ حِسَابِيَهْ ۲۰ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۲۱ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۲۲ قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ ۲۳ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ ۲۴ وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ فَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي لَمْ أُوتَ كِتَابِيَهْ ۲۵ وَلَمْ أَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ۲۶ يَا لَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۲۷ مَا أَغْنَىٰ عَنِّي مَالِيَهْ ۲۸ هَلَكَ عَنِّي سُلْطَانِيَهْ ۲۹ خُذُوهُ فَغُلُّوهُ ۳۰ ثُمَّ الْجَحِيمَ صَلُّوهُ ۳۱ ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوهُ ۳۲][1] ترجمہ: اس دن تم سب سامنے پیش کیے جاؤ

گے، تمہارا کوئی بھید پوشیدہ نہ رہے گا۔ سو جسے اس کا نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ کہنے لگے گا کہ لو میرا نامۂ اعمال پڑھو۔ مجھے تو کامل یقین تھا کہ مجھے اپنا حساب ملنا ہے۔ پس وہ ایک دل پسند زندگی میں ہوگا۔ بلند و بالا جنت میں۔ جس کے میوے جھکے پڑے ہوں گے (ان سے کہا جائے گا) کہ مزے سے کھاؤ، پیو اپنے ان اعمال کے بدلے جو تم نے گزشتہ زمانے میں کیے۔ لیکن جسے اس (کے اعمال) کی کتاب اس کے بائیں ہاتھ میں دی جائے گی، وہ تو کہے گا کہ کاش کہ مجھے میری کتاب دی ہی نہ جاتی، اور میں جانتا ہی نہ کہ حساب کیا ہے۔ کاش! کہ موت (میرا) کام ہی تمام کر دیتی، میرے مال نے بھی مجھے کچھ نفع نہ دیا، میرا غلبہ بھی مجھ سے جاتا رہا (حکم ہوگا) اسے پکڑ لو پھر اسے طوق پہنا دو، پھر اسے دوزخ میں ڈال دو۔ پھر اسے ایسی زنجیر میں جس کی پیمائش ستر ہاتھ کی ہے جکڑ دو۔ نیز فرمایا: [وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰي رَبِّهِمْ وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَاۗءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰي رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَي الظّٰلِمِيْنَ] [1] یعنی: اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے یہ لوگ اپنے پروردگار کے سامنے پیش کئے جائیں گے اور سارے گواہ کہیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار پر جھوٹ باندھا، خبردار ہو کہ اللہ کی لعنت ہے ظالموں پر۔ عن عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم :(ما منكم من أحد إلا سيكلمه الله يوم القيامة ليس بينه وبينه ترجمان ثم ينظر فلا يرى شيئا قدامه ينظر بين يديه فتستقبله النار، فمن استطاع منكم أن يتقي النار ولو بشق تمرة)[۲]

یعنی: عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص سے اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کلام فرمانا ہے (حساب لینا ہے) اس طرح کہ تمہارے اور اللہ تعالیٰ کے بیچ میں کوئی ترجمان نہیں ہوگا، وہ شخص دائیں بائیں جھانکے گا مگر اسے (کوئی حمایتی) نظر نہ آئے گا، اور اس کے سامنے سے جہنم کی آگ استقبال کرے گی، پس اس آگ سے بچنے کیلئے اپنی تمام طاقت صرف کر دو (کچھ نہ ہو) تو آدھی کھجور ہی اس کی راہ میں صدقہ کر دو۔ اس حساب کی شدت اور سنگینی جاننے کیلئے ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کو پڑھ لیجئے: عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (ليس أحد يحاسب يوم القيامة إلا هلك) فقلت يا رسول

الله:أليس قد قال الله تعالیٰ:[فأما من أوتي كتابه بيمينه فسوف يحاسب حسابا يسيرا]فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم :(إنما ذلك العرض،وليس أحد يناقش الحساب يوم القيامة إلا عذب)[۱] یعنی: عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن جس بھی شخص کا حساب لیاجائے گا،وہ ہلاک ہو جائے گا۔ میں نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے تو فرمایاہے: (ترجمہ)''جس شخص کواس کا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دے دیاجائے گا اس کا حساب آسان لیاجائے گا۔''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:آسان حساب سے مراد گناہوں کا پیش کیاجاناہے، لیکن جس شخص سے دورانِ حساب اس کے گناہوں پر مناقشہ ہوگیا وہ ضرور عذاب دیاجائے گا۔(یعنی اللہ تعالیٰ نے یوں پوچھ لیاکہ تم نے فلاں گناہ کیوں کیاتھا؟)

حوض کوثر پرایمان کابیان

یومِ آخرت پر ایمان لانے کیلئے ضروری ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض پر ایمان لایاجائے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کاحوض متواتر احادیث سے ثابت ہے،امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں کتاب الرقاق کے اندر حوض کا باب قائم فرمایاہے،اوراس کے اثبات کیلئے انیس اسانید ذکر فرمائی ہیں۔حافظ ابن حجرنے فتح الباری میں ذکر فرمایاہے کہ حوض کی احادیث پچاس سے زائد صحابہ سے مروی ہیں،ان میں سے پچیس صحابہ کے نام قاضی عیاض کے حوالے سے گنوائے ہیں اور تین امام نووی سے،اور اتنی ہی تعداد کا اپنی تحقیق سے اضافہ کیا ہے،اس طرح پچاس سے زیادہ صحابہ کی فہرست مرتب ہوگئی۔[1] حافظ ابن کثیر نے کتاب النہایۃ میں تیس سے زائد صحابہ سے حوض کی احادیث نقل فرمائیں ہیں۔[2] نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض کے وصف میں چند احادیث پیش خدمت ہیں:آپ صلی اللہ علیہ وسلم کافرمان ہے:(حوضي مسيرة شهر،ماؤه أبيض من اللبن وريحه أطيب من المسك،وكيزانه كنجوم السماء، من شرب منها فلا يظمأ أبدا)[۳] یعنی:میراحوض ایک ماہ کی مسافت کے بقدر ہے،اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور خوشبو مسک سے زیادہ عمدہ ہے،اس کے آبخورے آسمان کے ستاروں کے برابر ہیں، جس نے ایک بار اس کا پانی پی لیااسے کبھی پیاس نہ لگے گی۔

(صحیح مسلم: ۲۲۹۲) میں یہ الفاظ وارد ہیں: (حوضی مسیرۃ شھر وزوایاہ سواء، وماؤہ أبیض من الورق،وریحہ أطیب من المسك،و کیزانہ کنجوم السماء،فمن شرب منہ فلا یظمأ بعدہ أبدا) یعنی: میرا حوض ایک ماہ کی مسافت کے بقدر ہے،اور اس کے ہر کونے کا فاصلہ برابر ہے،اس کا پانی چاندی سے زیادہ سفید اور اس کی خوشبو مسک سے بڑھ کر عمدہ ہے ،اس کے آبخورے آسمان کے ستاروں کے برابر ہیں، جس نے ایک بار اس کا پانی پی لیا اسے اس کے بعد کبھی پیاس نہ لگے گی۔ صحیح مسلم میں ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں یہ اضافہ بھی مذکور ہے: (یشخب فیہ میزابان من الجنۃ) یعنی: اس حوض میں جنت کے دو بہتے پرنالے گررہے ہونگے۔ اسی حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں: (عرضہ مثل طولہ ما بین عمان إلی أیلۃ،ماؤہ أشد بیاضا من اللبن وأحلی من العسل)[1] یعنی: حوض کا عرض،اس کے طول کے برابر ہوگا،اور عمان سے ایلۃ تک کی مسافت جتنا بڑا ہوگا،اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا۔

میدانِ محشر کی گرمی اور اہل ایمان کیلئے اس سے بچاؤ کا انتظام

میدانِ حشر میں گرمی کا یہ عالم ہوگا کہ سورج ایک میل کے فاصلہ پر کھڑا ہوگا،ٹھنڈک حاصل کرنے کا کوئی انتظام نہ ہوگا۔البتہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اندرونی اور بیرونی ٹھنڈک کے حصول کیلئے دو انتظام موجود ہونگے: ایک وہ سایہ جو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن پیدا فرمائے گا، بعض احادیث میں اللہ تعالیٰ کے عرش کے سائے کا ذکر ہے۔ دوسرا انتظام اندرونی ٹھنڈک کے حصول کا ہوگا، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حوض ہے ، جس کا پانی صرف اہل السنۃ یعنی ان لوگوں کو میسر ہوگا جو بدعات سے پوری طرح اجتناب برتتے ہوئے،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیثِ مبارکہ سے جڑے رہے، جن کا اوڑھنا بچھونا، صرف احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی رہا۔عن سھل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال،قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: (إنی فرطکم علی الحوض،من مر علی شرب،ومن شرب لم یظمأ أبدا،لیردن علی أقوام أعرفھم ویعرفونی،ثم یحال بینی وبینھم)[1] یعنی: سھل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں حوض کوثر پہ تم سے پہلے پہنچ کر تمہارا انتظار کرونگا، جو اس

حوض سے گذرے گا وہ ضرور اس کا پانی پیئے گا،اور جسے حوض کوثر کا پانی نصیب ہو گیا اسے کبھی پیاس نہ لگے گی، کچھ لوگ حوض کوثر پہ وارد ہونگے، جنہیں میں پہچانتا ہونگا اور وہ مجھے پہچانتے ہونگے، پھر میرے اور ان کے درمیان رکاوٹ حائل کردی جائے گی۔ ابوحازم (اس حدیث کے راوی) فرماتے ہیں: جب مجھ سے نعمان بن ابی عیاش نے یہ حدیث سنی تو پوچھا: کیا تم نے اسی طرح سھل بن سعد سے سنا ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ تو انہوں نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے اس حدیث پر مزید یہ الفاظ نقل فرمائے ہیں: (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (جب میرے اور ان کے درمیان رکاوٹ حائل کردی جائے گی) تو میں کہوں گا: یہ مجھ سے ہیں، تو کہا جائے گا: (انك لا تدرى ما أحدثوا بعدك) یعنی: آپ نہیں جانتے انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا نئی چیزیں ایجاد کرڈالیں۔ تو میں کہوں گا: (سحقا سحقا لمن غير بعدى) یعنی: جنہوں نے میرے بعد میرے دین کو بدل ڈالا، انہیں مجھ سے دور کردیا جائے۔

حوضِ کوثر پر اہلِ بدعت کا ہیبت ناک انجام

کچھ لوگوں کو حوضِ کوثر پر وارد ہونے سے روک دیا جائے گا، صحیح بخاری (٦٥٧٦) میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (أنا فرطكم على الحوض، وليرفعن رجال منكم، ثم ليختلجن دوني فأقول: يا رب أصحابي فيقال: انك لا تدرى ما أحدثوا بعدك) یعنی: میں حوضِ کوثر پہ تمہارا انتظار واستقبال کرونگا، تم میں سے کچھ لوگ ظاہر کیئے جائیں گے پھر میرے سامنے کھینچ کر نکال دیئے جائیں گے، میں کہوں گا: میرے پروردگار یہ تو میرے ساتھی ہیں، کہا جائے گا: آپ (صلی اللہ علیہ وسلم)؛ نہیں جانتے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کیا کیا نئے طریقے اپنا لئے تھے. ان ساتھیوں سے مراد وہ چند لوگ ہیں، جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ارتداد اختیار کرلیا تھا، اور پھر ان اسلامی کامیاب لشکروں کے ہاتھوں قتل کردیئے گئے تھے، جنہیں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مرتدین سے قتال کیلئے بھیجا تھا (نوٹ: وہ شرعی نصوص جو کسی مخصوص تناظر میں وارد ہوتے ہیں ان کے حکم میں عموم ملحوظ ہوتا ہے، لہذا قیامت کے دن حوضِ کوثر پہ ہر

مبتدع کی اسی طرح بے توقیری اور تذلیل ہوگی، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ میں مبتدعین کو دیکھ کر یہ کہوں گا: (سحقا سحقا لمن غیر بعدی) یعنی: جن لوگوں نے میرے بعد دین کو تبدیل کر دیا انہیں میری نظروں سے دور کر دیا جائے۔

روافض کی ہذیان گوئی

روافض، جن کے سینے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حقد وبغض سے لبریز ہیں، کا یہ زعمِ باطل ہے کہ صحابہ کرام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مرتد ہوگئے تھے، بہت تھوڑی تعداد دین پر باقی رہی، ان کے بقول احادیث میں جن لوگوں کو حوضِ کوثر سے دور کرنے کا ذکر وارد ہے، وہ (نعوذ باللہ) یہی اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ حوضِ کوثر سے دور ہٹانے کے اصل مستحق خود روافض ہیں؛ کیونکہ وہ وضوء میں اپنے پاؤں نہیں دھوتے، بلکہ مسح کرتے ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: (ویل للأعقاب من النار) یعنی: وضوء میں جن کے پاؤں کی ایڑیاں تھوڑی سی خشک رہ جائیں ان کیلئے جہنم کی ویل ہے۔[1] اس کے علاوہ روافض کے چہرے اس چمک دمک سے محروم ہیں جو وضوء سے پیدا ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: (ان أمتی یدعون یوم القیامة غرا محجلین من آثار الوضوء)[۲] یعنی: بے شک میری امت قیامت کے دن بلائی جائے گی، ان کی پیشانیاں اور دیگر اعضائِ وضوء، وضوء کی برکت سے چمک رہے ہونگے

اس دور کے ایک گمراہ شخص کے صحابہ کرام کے متعلق باطل نظریہ کا رد

واضح ہو کہ اس دور میں ایک شخص پیدا ہوا ہے جس کا زعم ہے کہ وہ اہل السنۃ میں سے ہے، جبکہ اہل السنۃ سے اس کا کوئی واسطہ یا تعلق نہیں ہے، بلکہ وہ ان روافض کے منہج پر قائم ہے جو اپنے سینوں میں صحابہ کے خلاف بغض وعناد رکھتے ہیں، اس شخص کا نام حسن بن فرحان المالکی ہے، یہ سعودی عرب کے انتہائی جنوبی علاقہ بنو مالک کی طرف منسوب ہے۔ اس شخص نے ایک انتہائی سخیف اور گھٹیا سا رسالہ تصنیف کیا ہے،

جس کا عنوان "الصحابة بين الصُّحبَةِ اللغوية و الصُّحبَةِ الشرعية "ہے (یعنی صحابہ میں لغوی اور شرعی صحبت کا فرق)اس رسالہ میں اس کا زعم ہے کہ صحابہ صرف وہ مہاجرین وانصار ہیں جو صلحِ حدیبیہ سے قبل موجود تھے جنھوں نے حدیبیہ کے بعد اسلام قبول کیا یا ہجرت کی ان کیلئے شرعی صحابیت کا کوئی حصہ نہیں بلکہ ان کی صحبت تو منافقین و کفار کی صحبت جیسی ہے۔اس شخص نے اپنے اس قول سے بہت سے اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابیت سے خارج کر دیا، جن میں عباس بن عبد المطلب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا،اور ان کے بیٹے حبرِ امت، ترجمان القرآن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنھم بھی ہیں۔اسی طرح ابو موسیٰ اشعری،ابو ھریرۃ اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہم وغیرہ جیسے بے شمار صحابہ کو شرفِ صحابیت سے فارغ کر دیا۔ یہ پندرھویں صدی میں ایک بدعت اور محدَث قول ہے ،اس مالکی سے قبل یہ بات کسی نے نہیں کہی،سوائے اسی جیسے ایک نوعمر نوجوان کے، جس کا نام عبد الرحمن بن محمد الحکمی ہے۔اس کی اس گھٹیا کتاب میں صحابہ کرام کی عدالت کا بھی انکار ہے،اس کے خیالِ فاسد کے مطابق اکثر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض سے دھتکار دیا جائے گا اور نعوذ باللہ واصلِ جہنم کر دیا جائے گا۔اس کا کہنا ہے کہ صحابہ کرام میں سے بہت تھوڑی تعداد نجات پا سکے گی،(اس نے اس تھوڑی تعداد کے بیان کیلئے "مثل همل النعم "کی تعبیر استعمال کی ہے، یہ تعبیر ایک حدیث میں وارد ہوئی ہے، جس کا بیان آگے آئے گا،اس تعبیر سے کسی شئ کی تعداد کی قلت کا اظہار مقصود ہوتا ہے، "همل النعم "، ریوڑ کے ان چند اونٹوں کو کہتے ہیں جو چرواہے کے بغیر دن یا رات گزاریں، ایسے اونٹوں کی تعداد بہت کم ہوتی ہے۔)اس شخص (مالکی) کے مذکورہ بیانات سے ثابت ہو گیا کہ اس کا تعلق اہل السنۃ سے نہیں بلکہ روافض حاقدین علی اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔میں نے ایک کتاب بعنوان "الانتصار للصحابة الاخيار فی رد اباطيل حسن المالکی "لکھی ہے، جس میں اس کی تمام اباطیل و خرافات کا رد کیا ہے۔اس کتاب میں، میں نے حوض سے دور ہٹائے جانے کے تعلق سے لکھا ہے: مالکی نے جو عدالتِ صحابہ کا انکار کیا ہے،اس کے رد کی ساتویں وجہ یہ ہے کہ مالکی اپنی کتاب کے صفحہ ۶۳ میں لکھتا ہے کہ "صحابہ کرام کی مذمتِ عام میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں ،ان میں سے ایک حدیث وہ ہے جس میں صحابہ کے ایک جمِ غفیر کو جہنم کی طرف جاتا دیکھ کر نبی صلی اللہ

علیہ وسلم فرمائیں گے: یہ تو میرے صحابی ہیں، یہ تو میرے صحابی ہیں۔ کہا جائے گا: آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد کیا کیا نئے طریقے اپنا لئے۔ یہ بخاری ومسلم کی حدیث ہے، جبکہ صحیح بخاری میں (بقولِ مالکی) یہ الفاظ بھی وارد ہیں: (فلا أری ینجو منکم إلا مثل همل النعم) یعنی تم میں سے بہت تھوڑے لوگ "مثل همل النعم" نجات پا سکیں گے۔" اب اس مخالف ومعاند کا کہنا ہے کہ صحابہ کیلئے کیا امتیاز باقی رہ گیا جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ ان میں سے بہت تھوڑے لوگ نجات پاسکیں گے، باقی تمام جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے (والعیاذ باللہ) اس حاقد اور معاند نے یہی بات اپنی کتاب کے صفحہ ۶۴ میں دہرائی ہے۔ ہم اس کے جواب میں عرض کرتے ہیں: صحیح بخاری، کتاب الرقاق کی جس حدیث کا اس نے حوالہ دیا ہے، وہ ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اس کے الفاظ یوں ہیں (۶۵۸۷): (بینا أنا نائم فإذا زمرة، حتى إذا عرفتهم خرج رجل من بيني وبينهم، فقال: هلم، فقلت: أين؟ قال: إلى النار والله! قلت: وما شأنهم؟ قال: إنهم ارتدوا بعدك على أدبارهم القهقرى، ثم إذا زمرة، حتى إذا عرفتهم خرج رجل من بيني وبينهم، فقال: هلم، قلت: أين؟ قال: إلى النار والله! قلت: ما شأنهم؟ قال: إنهم ارتدوا بعدك على أدبارهم القهقرى، فلا أراه يخلص منهم إلا مثل همل النعم) یعنی: ایک بار میں سو رہا تھا کہ میں نے ایک جماعت دیکھی جب میں ان کو پہچان چکا تو میرے اور ان کے درمیان سے ایک شخص نکلا، اس نے کہا: ادھر آؤ، میں نے پوچھا: کہا؟ اس نے کہا: جہنم کی طرف اللہ کی قسم، میں نے پوچھا: ان کا کیا معاملہ ہے؟ اس نے کہا: انہوں نے آپ کے بعد اپنی پشتوں کے بل پھر کر ارتداد اختیار کر لیا تھا۔ پھر ایک جماعت ظاہر ہوئی، جب میں انہیں پہچان چکا تو ایک آدمی میرے اور ان کے درمیان سے برآمد ہوا، اس نے کہا: آؤ، میں نے کہا: کس طرف؟ اس نے کہا: جہنم کی طرف اللہ کی قسم، میں نے پوچھا: ان کا کیا معاملہ ہے؟ اس نے کہا: انہوں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد اپنی پشتوں کے بل پھر کر ارتداد اختیار کیا تھا۔ میں نہیں سمجھتا کہ ان میں سے کچھ لوگ بچ کر (حوض تک پہنچ سکیں)، مگر اتنی سی تعداد میں جتنی تعداد میں بِن چرواہے رات یا دن گزارنے والے اونٹ ہوتے ہیں۔ حافظ ابنِ حجر اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: (بين أنا نائم) اکثر نسخوں میں اسی طرح

وارد ہوا ہے، جبکہ کشمیھنی کے نسخہ میں "نائم" بالنون کی بجائے "قائم" بالقاف ہے، اور یہ روایت زیادہ درست معلوم ہوتی ہے کیونکہ قیام سے مراد قیامت کے دن حوض پہ کھڑا ہونا ہے، اگر "نائم" لیا جائے تو وہ بھی درست ہے، اس سے مراد یہ ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں خواب میں قیامت کے دن (حوض پہ کھڑا ہونے کا) وہ منظر دیکھا (جس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیثِ مذکور میں ذکر فرمایا ہے) حافظ ابن حجر نے حدیث کے آخری حصہ (فلا أراہ یخلص منھم إلا مثل ھمل النعم) کا مطلب بیان فرماتے ہوئے لکھا ہے. کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو حوضِ کوثر پہ وارد ہونے کیلئے قریب آئیں گے تو انہیں روک دیا جائے گا۔ (حافظ ابن حجر مزید فرماتے ہیں) مطلب یہ ہے کہ ان میں سے حوضِ کوثر پر وارد ہونے والے بہت تھوڑے لوگ ہونگے؛ کیونکہ اونٹوں میں سے بِن چرواہے اونٹ بہت تھوڑے ہوتے ہیں۔ گویا مذکورہ حدیث میں وارد الفاظ "فلا أراہ یخلص منھم إلا مثل ھمل النعم" کا مطلب یہ ہے کہ حدیثِ مذکور میں جن دو جماعتوں کے حوض پر وارد ہونے کا ذکر ہے، ان میں سے بہت تھوڑے لوگ حوض پر وارد ہو سکیں گے، حدیثِ مذکور سے کہیں یہ ثابت نہیں ہو رہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کے صحابہ کی صرف یہی دو جماعتیں پیش ہونگی۔ مالکی نے جب حدیثِ مذکور کو بیان کیا تو اس میں ایک غلط لفظ ڈال دیا، اور اسی غلط لفظ کی بنیاد پر صحابہ کرام پر ایک غلط حکمِ عام قائم کر دیا، چنانچہ اس کا کہنا ہے کہ صحیح بخاری میں یوں بھی مروی ہے، "فلا أری ینجو منکم إلا مثل ھمل النعم" اس نے "منکم" مخاطب کے لفظ کے ساتھ حدیث بیان کی حالانکہ حدیث میں "منھم" ہے، پھر اس نے اپنے غلط لفظ "منکم" کی بنیاد پر یہ بات کہہ دی کہ صحابہ کیلئے کیا امتیاز باقی رہ گیا جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ ان میں سے بہت تھوڑے لوگ نجات پاسکیں گے، باقی تمام جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے ۔(والعیاذ باللہ) نیز یہ کہہ دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ قیامت کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے بہت کم لوگ "مثل ھمل النعم" نجات پاسکیں گے۔ اس نے یہ بات کہہ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھا ہے؛ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر نہیں دی کہ صحابہ کرام میں سے بہت کم نجات پاسکیں گے۔ (بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا ملخص یہ ہے کہ قیامت کے دن جو دو جماعتیں حوض پر وارد ہونے کیلئے آئیں گی، چونکہ ان میں سے اکثر نے ارتداد اختیار کر لیا تھا لہذا ان میں

سے اکثر کو حوض سے روک لیا جائے گا اور بہت کم حوض پر وارد ہونگے، گویا اس حدیث میں صحابہ کرام کا ذکر نہیں بلکہ ان تھوڑے سے لوگوں کا ذکر ہے، جنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں اسلام قبول تو کر لیا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فوت ہوتے ہی ارتداد اختیار کر لیا۔ ہو سکتا ہے مالکی کی مذکورہ بات عمداً نہ ہو بلکہ بر بنائے خطاٗ ہو۔ (واللہ اعلم) بعض احادیث میں جو یہ بات وارد ہوئی ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کچھ لوگوں کو دور کر دیا جائے گا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اصحابی یا اصیحابی کہیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب ملے گا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد کیا کیا نئی چیزیں اپنالی تھیں۔ تو اس سے مراد وہ تھوڑے سے لوگ ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے تھے، امیر المؤمنین سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان مرتدین سے قتال کیلئے اپنے لشکر روانہ کئے، جو ان مرتدین کو قتل کر کے کامیاب و کامران واپس لوٹ آئے۔ میں کہتا ہوں: اگر اس شخص (مالکی) کے زعم میں اکثر اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انجام جہنم کی آگ ہے اور بہت کم نجات پا سکیں گے، تو پھر یہ مالکی اپنے لئے کس قسم کا انجام سوچے بیٹھا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت اور سلامتی کا سوال کرتے ہیں اور ہر قسم کی ذلت وخذلان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں۔ اس شخص (مالکی) کا زعم ہے کہ شرعی صحبت صرف ان مہاجرین وانصار صحابہ کرام کو حاصل ہے جو صلحِ حدیبیہ سے قبل موجود تھے، صلحِ حدیبیہ کے بعد آنے والے اس کے زعمِ فاسد کے مطابق صحابہ کے زمرہ میں شامل نہیں ہیں۔ اب اس کا یہ قول کہ صحابہ میں سے بہت تھوڑے نجات پائیں گے، بقیہ سب جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے، اس کا اطلاق انہیں انصار ومہاجرین صحابہ پر ہو گا جو حدیبیہ سے قبل آئے، (کیونکہ وہ انہی کو صحابی مانتا ہے) تو یہ صحابہ جو اس امت کا سب سے بہترین طبقہ ہے، اگر جہنم سے نہیں بچ سکتے تو پھر امت کا وہ کون سا فرد ہے تو جہنم سے بچ سکے گا۔ یہود ونصاریٰ بھی موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب کے بارہ میں وہ بات نہیں کہہ سکے جو یہ مالکی کہہ گیا، جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ شخص قبح وفساد اور شر کی انتہاء کو پہنچا ہوا ہے، جو شخص بھی اس کی یہ بات سنے گا یا بذاتِ خود پڑھے گا تو وہ یا تو اسے مفقود العقل سمجھے گا یا اسے پرلے درجے کا خبیث اور صحابہ کرام جو امت کی سب سے افضل جماعت ہے پر حاقد قرار دے گا، خاص طور پہ اس کا یہ کہنا کہ عباس

بن عبد المطلب اور ان کا بیٹا عبد اللہ صحابی نہیں تھے، اور خاص طور پہ اس کا یہ کہنا کہ اکثر صحابہ (تھوڑی تعداد کے علاوہ) جہنم میں جائیں گے۔ پھر اگر اس شخص کے زعم کے مطابق، اکثر صحابہ (علاوہ بعض کے) جہنمی ہیں، تو کتاب وسنت تو ہم تک صحابہ کرام کے طریق ہی سے پہنچا ہے، وہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بعد میں آنے والے لوگوں کے درمیان واسطہ ہیں، تو پھر لوگوں کے پاس کون سا حق اور کون سی ہدایت ہے؛ کیونکہ ناقل میں قدح اور جرح منقول میں قدح اور جرح کے مترادف ہے۔ امام ابو زرعۃ الرازی (المتوفی: ۲۶۴) فرماتے ہیں: "اذا رأیت الرجل ینتقص أحدا من أصحاب رسول للہ صلی اللہ علیہ وسلم فاعلم أنہ زندیق وذلك أن رسول للہ صلی اللہ علیہ وسلم عندنا حق والقرآن حق، وإنما أدّی إلینا ھذا القرآن والسنن أصحاب رسول للہ صلی اللہ علیہ وسلم وإنما یریدون أن یجرحوا شھودنا لیبطلوا الکتاب والسنۃ، والجرح بھم أولیٰ وھم زنادقۃ" [1] ترجمہ: جب تم کسی شخص کو اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جرح کرتے ہوئے دیکھو تو یقین کرلو کہ وہ زندیق ہے؛ کیونکہ ہمارے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق ہیں، اور قرآن بھی حق ہے، ہماری طرف قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پہنچانے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، یہ زنادقہ چاہتے ہیں کہ ہمارے ان گواہوں (صحابہ کرام) پر جرح کرکے کتاب وسنت کو باطل کردیں، حالانکہ یہ خود جرح وقدح کے مستحق ہیں اور زندیق ہیں۔

وزنِ اعمال پر ایمان کا بیان

یومِ آخرت پر ایمان کیلئے ضروری ہے کہ وزنِ اعمال پر ایمان لایا جائے، چنانچہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ رب العزت قیامت کے دن اپنا عدل قائم کرنے کیلئے بندوں کے اعمال تولے گا، اس مقصد کیلئے ایک میزان یعنی ترازو نصب فرمائے گا، جس میں وزن ظاہر کرنے کیلئے لسان یعنی کانٹا لگا ہوگا، اس میزان کے دو پلڑے ہونگے، جن میں اعمال کے ثقل کی بناء پر جھکاؤ کی صلاحیت ہوگی، اللہ تعالی نے قرآن مجید میں میزان کا ذکر فرمایا ہے: [وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْــــًٔا ۭ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ۭ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ] [1] یعنی: قیامت کے دن ہم درمیان میں لا رکھیں

گے ٹھیک ٹھیک تولنے والی ترازو کو۔ پھر کسی پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔ اور اگر ایک رائی کے دانے کے برابر بھی عمل ہو گا ہم اسے لا حاضر کریں گے، اور ہم کافی ہیں حساب کرنے والے۔ میزان کی عظمت وہیبت کا اندازہ، سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے قول سے لگایا جاسکتا ہے، اس قسم کا قول مرفوع کے حکم میں ہوتا ہے، چنانچہ امام لالکائی رحمہ اللہ اپنی کتاب السنۃ میں فرماتے ہیں: عن سلمان قال: (یوضع المیزان وله کفتان لو وضع فی احداهما السموات والأرض ومن فیهن لوسعته)[۲] یعنی: میزان رکھا جائے گا، اس کے دو پلڑے ہونگے، اگر ایک پلڑے میں ساتوں آسمان اور زمینیں اور جو کچھ ان میں موجود ہے رکھے جائیں تو اس میں سما جائیں۔ قرآن مجید نے میزان کی خبر کے ساتھ ساتھ، وزن یعنی تولے جانے کی بھی خبر دی ہے: [وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ۔][3]

یعنی: اور اس روز وزن بھی برحق ہے پھر جس شخص کا پلا بھاری ہو گا سو ایسے لوگ کامیاب ہوں گے اور جس شخص کا پلا ہلکا ہو گا سو یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنا نقصان کر لیا بسبب اس کے کہ ہماری آیتوں کے ساتھ ظلم کرتے تھے۔ نیز فرمایا: [فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ ۔فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ۔][1] یعنی: پس جب کہ صور پھونک دیا جائے گا اس دن نہ تو آپس کے رشتے داریاں رہیں گے، نہ آپس کی پوچھ گچھ جن کی ترازو کا پلہ بھاری ہو گیا وہ تو نجات والے ہو گئے اور جن کے ترازو کا پلہ ہلکا ہو گیا یہ ہیں وہ جنہوں نے اپنا نقصان آپ کر لیا جو ہمیشہ کے لئے جہنم واصل ہوئے۔ نیز فرمایا: [فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۔ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ۔ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۔ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۔ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ۔ نَارٌ حَامِيَةٌ][2] یعنی: پھر جس کے پلڑے بھاری ہوں گے وہ تو دل پسند آرام کی زندگی میں ہو گا اور جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے اس کا ٹھکانا ہاویہ ہے تجھے کیا معلوم کہ وہ کیا ہے وہ تند وتیز آگ ہے۔ امام لالکائی رحمہ اللہ اپنی کتاب السنۃ میں حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی ایک موقوف روایت لائے ہیں کہ صاحب المیزان، جبریل علیہ السلام ہونگے۔[3]

وزنِ اعمال کی باریک بینی

اعمال کا وزن اتنی باریک بینی سے ہوگا کہ نیکیوں اور بدیوں کے ددرمیان ایک رائی کے دانے کا فرق بھی سامنے آجائے گا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کتاب الفوائد للخیثمہ کے حوالے سے جابر رضی اللہ عنہ کی ایک مرفوع حدیث نقل فرمائی ہے: (توضع الموازین یوم القیامة فتوزن الحسنات والسیئات فمن رجحت حسناته علی سیئاته مثقال حبة دخل الجنة ومن رجحت سیئاته علی حسناته مثقال حبة دخل النار)[1] یعنی: قیامت کے دن میزان نصب کیا جائے گا، پھر نیکیوں اور گناہوں کو تولا جائے گا، پس جس شخص کی نیکیاں، اس کے گناہوں سے ایک رائی کے دانے کے بقدر بڑھ گئیں وہ جنت میں داخل ہوگا، اور جس شخص کے گناہ، اس کی نیکیوں سے ایک رائی کے دانے کے بقدر بڑھ گئے وہ جہنم میں داخل ہوجائے گا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس قسم کا ایک قول بحوالہ کتاب الزھد لابن المبارک، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوفا مروی ہے۔ (أیضا)

وزنِ اعمال کے متعلق متکلمین کے شبہات کا رد

واضح ہو کہ اعمال خواہ نیک ہوں یا بد، اجسام نہیں بلکہ اعراض ہیں، جن کا ہمارے لئے وزن کرنا ناممکن ہے، مگر اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن اپنے میزان میں اعمال کو تولنے کی خبر دی ہے، جس پر ہمارا کامل ایمان وایقان ہے، ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ رب العزت اعمال کو باوجودیکہ وہ اعراض ہیں اور جسم نہیں رکھتے، وزن کرنے پر قادر ہے۔ [وَكَانَ اللهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا] [1] متکلمین ضالین اللہ تعالیٰ کی قدرت کو بندوں کی قدرت پر قیاس کرتے ہوئے وزنِ اعمال، اور بنا بریں میزان کا انکار کر بیٹھے، جو کہ نہ صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار ہے بلکہ قیامت کا بھی انکار ہے، کیونکہ قیامت پر ایمان صرف اس شخص کا معتبر و قابل قبول ہے جو قیامت کے حوالے سے شریعت کی بیان کردہ تمام خبروں کو سچا جانتے ہوئے ایمان لائے۔

وزنِ اعمال کی مختلف صورتیں

احادیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالی قیامت کے دن اپنے میزان میں اعمال کا وزن تین طرح سے فرمائے گا، ہمارا وزن کی ان تینوں صورتوں پر کسی تاویل کے بغیر ایمان ہے: 1اعمال کا وزن۔2اعمال کے صحائف کا وزن۔3صاحب عمل انسانوں کا وزن۔ اعمال کو تولنے کی دلیل: 1عن ابی الدرداء رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال:(ما یوضع فی المیزان یوم القیامة أثقل من خلق حسن)[۲] یعنی: ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن، اللہ تعالی کی میزان میں اچھے اخلاق سے بھاری کوئی چیز نہیں ہو گی۔

صحیح مسلم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مروی ہے:(الطهور شطر الایمان والحمدلله تملأ المیزان وسبحان الله والحمدلله تملأن أو تملأما بین السماوات والأرض)[۱] یعنی: پاکیزگی نصفِ ایمان ہے، اور (الحمدللہ) میزان کو بھر دے گا، اور (سبحان الله والحمدلله) دونوں آسمان وزمین کے مابین کو بھر دیتے ہیں۔ صحیح بخاری کی آخری حدیث بھی اس کی دلیل ہے: عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: (کلمتان حبیبتان الی الرحمن خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان:سبحان الله وبحمده سبحان الله العظیم)[۲] یعنی: دو کلمے، جو اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہیں، زبان پر ہلکے ہیں اور میزان میں بہت بھاری ہونگے: (سبحان الله وبحمده سبحان الله العظیم) 2جہاں تک اعمال کے صحیفوں کے تولے جانے کا تعلق ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کیا ہے: (توزن صحائف الاعمال) یعنی: اعمال کے صحیفے تولے جائیں گے۔ حدیث البطاقۃ کے نام سے معروف حدیث بھی اس کی دلیل بن سکتی ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (ان الله سیخلص رجلا من أمتی علی رؤوس الخلائق یوم القیامة، فینشر علیه تسعة وتسعین سجلا، کل سجل مثل مد البصر، ثم یقول:أتنکر من هذا شیئا؟ أظلمك کتبتی الحافظون؟فیقول:لا یارب!فیقول:أفلك عذر؟فیقول:لا یارب!فیقول:بلی، إن لك عندنا حسنة، فإنه لا ظلم علیك الیوم، فتخرج بطاقة فیها: أشهد أن لا إله إلا الله

وأشهد أن محمدا عبدالله ورسوله، فيقول: احضر وزنك، فيقول: يارب! ما هذه البطاقة أمام السجلات؟ فقال: إنك لا تظلم، قال: فتوضع السجلات في كفة والبطاقة في كفة، فطاشت السجلات وثقلت البطاقة، فلا يثقل مع اسم الله شيء)[1] یعنی: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام خلائق کے سامنے، میری امت کے ایک شخص کو لائے گا اور اس پر (اس کے گناہوں کے) ننانوے رجسٹر کھول دے گا، ہر رجسٹر کا طول و عرض تا حدِ نگاہ ہو گا، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم ان میں سے اپنے کسی گناہ کا انکار کرتے ہو؟ کیا میرے کراما کاتبین نے کسی گناہ کے تحریر کرنے پر، تم پر کوئی ظلم کیا ہے؟ وہ کہے گا: نہیں یارب۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تمہارے پاس تمہارے کسی گناہ کا کوئی عذر ہے؟ وہ کہے گا: نہیں یارب۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: (میرے بندے) میرے پاس تیری ایک نیکی ہے، آج تجھ پر کوئی ظلم نہ ہو گا، چنانچہ ایک بطاقہ یعنی چھوٹی سی پرچی نکالی جائے گی، جس پر (أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمدا عبدالله ورسوله) لکھا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اپنے وزن کا خود مشاہدہ کر۔ وہ کہے گا: بھلا یہ چھوٹی سی پرچی، اتنے سارے رجسٹروں کا کیا مقابلہ کرے گی؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: بلاشبہ تجھ پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا، چنانچہ وہ (ننانوے) رجسٹر ترازو کے ایک پلڑے میں رکھے جائیں گے اور پرچی دوسرے میں۔

رجسٹروں والا پلڑا اوپر کو اٹھ جائے گا اور پرچی والا پلڑا انتہائی وزنی اور بوجھل ہو جائے گا، اللہ تعالیٰ کے نام سے کوئی چیز بھاری نہیں۔ 3 جہاں تک صاحب عمل یعنی انسان کے تولے جانے کا تعلق ہے تو یہ بھی بعض احادیث سے ثابت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر بندے کے ذکر میں فرمایا ہے: (لا يزن عندالله جناح بعوضة) یعنی: وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کا بھی وزن نہیں رکھتا۔ اس کے علاوہ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی پنڈلیوں کے بارہ میں فرمایا تھا: (والذي نفسي بيده لهما أثقل في الميزان من أحد)[1] یعنی: مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، عبداللہ کی دونوں پنڈلیاں، اللہ تعالیٰ کے میزان میں احد پہاڑ سے بھی بھاری ہو نگی۔ واضح ہو کہ وزنِ اعمال کا مقصد، اعمال کا معیار ظاہر کرنا ہے، جہاں تک اعمال کے شمار کا تعلق ہے تو وہ وزنِ اعمال کے مرحلے سے قبل کئی طریقوں سے ہو چکا ہو گا۔

نیکیوں کا معیار

نیکیوں کا معیار دو چیزوں کے ساتھ ثابت ہوگا: ایک اخلاص اور دوسری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی متابعت۔ اخلاص کے شرط ہونے کی دلیل: [وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ.....الآیۃ][2] یعنی: انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اسی کے لئے دین کو خالص رکھیں۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: (إنما الأعمال بالنيات وإنما لكل امرئ ما نوى....الحدیث) یعنی: تمام اعمال کی صحت و قبولیت، نیت کے ساتھ ہے اور ہر شخص کو اس کے عمل سے وہی کچھ ملے گا جو وہ نیت کرے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی متابعت بھی ہر عمل کی صحت و قبولیت کیلئے شرط ہے، قال الله تعالىٰ: [يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ][1] یعنی: اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور مت برباد کرو اپنے اعمال کو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: (من عمل عملا ليس عليه أمرنا فهو رد)[2] یعنی: جو بھی شخص کوئی ایسا عمل کرے جس پر ہمارا امر موجود نہ ہو تو وہ مردود ہے۔ قیامت کے دن انہی دونوں معیاروں کو دیکھنے اور پرکھنے کیلئے تمام اعمال کو ترازو میں ڈالا جائے گا، اور ترازو صرف اسی عمل کو وزن کے قابل قرار دے گا جو مذکورہ معیار کے مطابق ہونگے۔ لہذا ایسے عمل کا کوئی وزن نہ ہوگا جو اخلاص سے خالی ہو، اور نہ ہی وہ عمل کسی وزن کے قابل ہوگا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی متابعت سے خالی ہو۔

پل صراط پر ایمان کا بیان

یوم آخرت پر ایمان کیلئے ضروری ہے کہ پل صراط پر ایمان لایا جائے، یہ پل جہنم کے اوپر نصب ہوگا، جسے اہلِ ایمان جنت تک پہنچنے کیلئے استعمال کریں گے، چونکہ یہ پل جنت تک رسائی کیلئے واحد راستہ ہوگا لہذا اس کے اوپر سے گذرنا اور اسے عبور کرنا ضروری ہوگا، بصورتِ دیگر نیچے دھکتی ہوئی جہنم کا لقمہ بننا پڑے گا، یہ انتہائی مشکل مرحلہ ہوگا؛ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے مطابق اس پل کی باریکی بال سے زیادہ اور کاٹ تلوار سے زیادہ ہوگی، مستدرک حاکم میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی روایت سے

مروی ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان منقول ہے: (ویوضع الصراط مثل حد الموسیٰ،فتقول الملائکۃ: من تجیز علیہ ھذا؟ فیقول: من شئت من خلقی،فیقولون: سبحانك ماعبدناك حق العبادۃ)[1] یعنی: پل صراط کو رکھا جائے گا،وہ استرے (بلیڈ) کی دہار جیسا باریک ہو گا،فرشتے اسے دیکھ کر پوچھیں گے: یااللہ! اس پل کو بھلا کون عبور کر سکے گا؟اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے بہت سے بندے جنہیں میں چاہوں گا،فرشتے کہیں گے: تو پاک ہے،ہم تو تیری عبادت کا حق ادا نہیں کر سکے۔(یعنی فرشتے اس پل کی انتہائی باریک اور طویل دھار کو دیکھ کر اس پر چلنا محال سمجھیں گے،چہ جائیکہ اسے کوئی عبور کر سکے،جب فرشتوں کو بتایا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے بندے اسے عبور کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے،تو فرشتے اپنی صدیوں کی عبادت کو حقیر قرار دیتے ہوئے کہیں گے کہ ہم تو تیری عبادت کا حق ادا نہیں کر سکے،جو لوگ اسے عبور کرنے میں کامیاب ہونگے در حقیقت وہی تیری عبادت کا حق ادا کر پائے ہیں۔) اس مرحلہ کے آغاز سے قبل انبیاء ومرسلین کیلئے شفاعت حلال ہو جائے گی۔چند احادیث ملاحظہ ہوں:

ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے،جس میں یہ الفاظ بھی مذکور ہیں: (فیضرب الصراط بین ظھرانی جھنم،فأکون أول من یجوز من الرسل بأمتہ،ولا یتکلم یومئذ أحد إلا الرسل،وکلام الرسل یومئذ: اللھم سلم سلم،وفی جھنم کلالیب مثل شوك السعدان،ھل رأیتم شوك السعدان؟ قالوا: نعم،قال: فإنھا مثل الشوك السعدان،غیر أنہ لا یعلم قدر عظمھا إلا اللہ تخطف الناس بأعمالھم،فمنھم من یوبق بعملہ،ومنھم من یُخردل ثم ینجو)[1] یعنی: جہنم کے اوپر درمیان میں ایک پل نصب کیا جائے گا،تمام رسولوں میں،میں سب سے پہلے اپنی امت کو لیکر اسے عبور کرونگا،اس موقعہ پر رسولوں کے علاوہ کوئی بات نہ کر سکے گا اور رسولوں کی بات بھی اسی قدر ہو گی کہ وہ (اللھم سلم سلم) کہیں گے،یعنی اے اللہ سلامتی عطا فرمادے۔اور پل صراط کے ارد گرد،سعدان بوٹی کے کانٹوں کی مانند کنڈے ہونگے،کیا تم نے سعدان بوٹی کے کانٹے دیکھے ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا: جی ہاں،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ کنڈے سعدان کے کانٹوں کی طرح کثیر تعداد میں ہونگے،البتہ وہ سائز میں کتنے بڑے ہونگے،اس کا علم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو نہیں۔یہ کنڈے

لوگوں کو ان کے گناہوں کے بقدر اچکیں اور نوچ گے، کچھ بد عمل تو برباد ہو کر جہنم کا لقمہ بن جائیں گے اور کچھ کو نوچ نوچ کر رائی کے دانے کے برابر کر دیا جائے گا، پھر بالآخر وہ نجات پا جائے گا۔ صحیح مسلم میں ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ اور حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل حدیث میں یہ الفاظ بھی وارد ہیں: (وترسل الأمانة والرحم، فتقومان جنبتي الصراط يمينا وشمالا، ويمر أولكم كالبرق، قال: قلت:بأبي أنت وأمي!أي شيئ كمر البرق؟ قال: أو لم تروا إلى البرق كيف يمر ويرجع في طرفة عين؟ ثم كمر الريح، ثم كمر الطير وشد الرجال، تجري بهم أعمالهم، ونبيكم قائم على الصراط يقول: سلم سلم ! حتى تعجز أعمال العباد، حتى يجيئ الرجل فلا يستطيع السير إلا زحفا، قال وفي حافتي الصراط كلاليب معلقة، مأمورة بأخذ من أمرت به، فمخدوش ناج، ومكدوس في النار)[1] یعنی: امانت اور رشتہ داری کو چھوڑ دیا جائے گا، یہ دونوں پل صراط کے دائیں بائیں کھڑی ہو جائیں گی، تمہاری پہلی جماعت بجلی کی طرح اس پل کو عبور کر جائے گی، میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ قربان، بجلی کی طرح عبور کرنے سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: کیا تم نے کبھی دیکھا نہیں کہ بجلی کس طرح ٹوٹتی ہے اور پھر پلک جھپکتے واپس لوٹ جاتی ہے، پھر کچھ لوگ تیز رفتار آندھی کی طرح گذریں گے، پھر کچھ لوگ پرندے کی اُڑان کی طرح گذر جائیں گے، یہ تیزی ان کے اعمال کی وجہ سے پیدا ہو گی، تمہارا نبی پل صراط پر کھڑا ہو گا اور (رب سلم سلم) اے اللہ! سلامتی عطا فرما دے، کہہ رہا ہو گا، حتی کہ ایسے بندے بھی آجائیں گے جن کی نیکیاں انتہائی عاجز اور قاصر ہو نگی، یہ لوگ اپنے قدموں پر چلنے کی طاقت نہیں رکھیں گے، بلکہ بچوں کی طرح گھٹنوں کے بل چل رہے ہونگے، پل کے دونوں اطراف نوک دار کنڈے معلق ہونگے، جو گذرنے والوں کو پکڑنے پر مأمور ہونگے، بالآخر کچھ تو زخموں سے چور نجات پا جائیں گے اور کچھ اوندھے منہ جہنم میں گر جائیں گے۔ صحیح مسلم میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں یہ الفاظ وارد ہیں: (ثم يضرب الجسر على جهنم وتحل الشفاعة، ويقولون: اللهم سلم سلم، قيل: يا رسول الله !وما الجسر ! قال دحض مزلة، فيه خطاطيف وكلاليب وحسك، تكون بنجد فيها شويكة يقال لها السعدان، فيمر المؤمنون كطرف العين، وكالبرق، وكالريح، وكالطير، وكأجاويد الخيل والركاب، فناج مسلم، ومخدوش مرسل،

ومکدوس فی نار جهنم)[1] یعنی: پھر جہنم پر پل نصب کیا جائے گا،اور شفاعت حلال ہو جائے گی، اور انبیاء (اللھم سلم سلم) کہہ رہے ہونگے، کسی نے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ پل کیا ہے ؟فرمایا: پھسلنے والی جگہ، جس کے اطراف میں لوہے کے نوک دار کنڈے ہونگے، نیز پیچ دار جھاڑیاں ہونگی، جیسا کہ تم نے نجد کی سرزمین میں کانٹوں سے بھری سعدان نامی بوٹی دیکھی ہوگی، مؤمن تو پلک جھپکنے کی مانند گذر جائیں گے، کچھ بجلی کی طرح، کچھ ہوا کی طرح، کچھ پرندے کی رفتار کی طرح، اور کچھ عمدہ نسل کے گھوڑوں اور اونٹوں کی طرح۔اس پل سے گذرنے والے کچھ لوگ تو بلکل صحیح سالم گذر جائیں گے، کچھ بری طرح زخمی کرکے چھوڑے جائیں گے ،اور کچھ اوندھے منہ جہنم میں گرادیئے جائیں گے۔

جنت اور جہنم پر ایمان کا بیان

یومِ آخرت پر ایمان لانے کیلیئے ضروری ہے کہ جنت اور جہنم پر بھی ایمان لایا جائے، یہ بھی مانا جائے کہ یہ دونوں اس وقت موجود ہیں، نیز یہ کہ یہ ہمیشہ قائم اور باقی رہیں گی۔ جنت اللہ تعالٰی کے اولیاء کا جبکہ جہنم اللہ تعالٰی کے اعداء کا ٹھکانہ ہے، چنانچہ جنت کے بارہ میں قرآن پاک میں ہے: [وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا قيل: يارسول الله! وما الجسر! قال دحض مزلة، فيه خطاطيف وكلاليب وحسك، تكون بنجد فيها شويكة يقال لها السعدان، فيمر المؤمنون كطرف العين، وكالبرق، وكالريح، وكالطير، وكأجاويد الخيل والركاب، فناج مسلم، ومخدوش مرسل، ومكدوس فی نار جهنم)[1] یعنی: پھر جہنم پر پل نصب کیا جائے گا،اور شفاعت حلال ہو جائے گی، اور انبیاء (اللھم سلم سلم) کہہ رہے ہونگے، کسی نے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ پل کیا ہے؟فرمایا: پھسلنے والی جگہ، جس کے اطراف میں لوہے کے نوک دار کنڈے ہونگے، نیز پیچ دار جھاڑیاں ہونگی، جیسا کہ تم نے نجد کی سرزمین میں کانٹوں سے بھری سعدان نامی بوٹی دیکھی ہوگی، مؤمن تو پلک جھپکنے کی مانند گذر جائیں گے، کچھ بجلی کی طرح، کچھ ہوا کی طرح، کچھ پرندے کی رفتار کی طرح، اور کچھ عمدہ نسل کے

گھوڑوں اور اونٹوں کی طرح۔ اس پل سے گذرنے والے کچھ لوگ تو بلکل صحیح سالم گذر جائیں گے، کچھ بری طرح زخمی کر کے چھوڑے جائیں گے، اور کچھ اوندھے منہ جہنم میں گرادیئے جائیں گے۔

جنت اور جہنم پر ایمان کا بیان

یومِ آخرت پر ایمان لانے کیلیئے ضروری ہے کہ جنت اور جہنم پر بھی ایمان لایا جائے، یہ بھی مانا جائے کہ یہ دونوں اس وقت موجود ہیں، نیز یہ کہ یہ ہمیشہ قائم اور باقی رہیں گی۔ جنت اللہ تعالیٰ کے اولیاء کا جبکہ جہنم اللہ تعالیٰ کے اعداء کا ٹھکانہ ہے، چنانچہ جنت کے بارہ میں قرآن پاک میں ہے: [وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ][1] یعنی: اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔ نیز فرمایا: [وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ][2] یعنی: اور اپنے رب کی بخشش کی طرف اور اس جنت کی طرف دوڑو جس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے، جو پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ نیز فرمایا: [سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ][3] یعنی: (آؤ) دوڑو اپنے رب کی مغفرت کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان وزمین کی وسعت کے برابر ہے یہ ان کے لیے بنائی ہے جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

جہنم اور اہل جہنم کے بارہ میں چند آیات ملاحظہ ہو: [وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّاۗنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ۭ عَلَيْهِمْ دَاۗىِٕرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا][1] یعنی: اور تاکہ ان منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک

مردوں اور مشرکہ عورتوں کو عذاب دے جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدگمانیاں رکھنے والے ہیں، (دراصل) انہیں پر برائی کا پھیرا ہے، اللہ ان پر ناراض ہوا اور انہیں لعنت کی اور ان کے لئے دوزخ تیار کی اور وہ (بہت) بری لوٹنے کی جگہ ہے۔ نیز فرمایا: [وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيٓ أُعِدَّتۡ لِلۡكٰفِرِيۡنَ] [2] اور اس آگ سے ڈرو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ نیز فرمایا: [فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيۡ وَقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ ۖ أُعِدَّتۡ لِلۡكٰفِرِيۡنَ] [3] یعنی: اس آگ سے بچو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ **جنت اور جہنم اس وقت بھی موجود ہیں** جنت اور جہنم کے ان نصوص سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ جنت اور جہنم اس وقت بھی موجود ہیں، یہی اہل السنۃ کا عقیدہ ہے، اس بارہ میں بطورِ دلیل ایک حدیث ملاحظہ ہو: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سورج گرہن کی نماز کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کسوف سے فارغ ہوئے تو صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے دورانِ نماز دیکھا کہ آپ نے اپنے دستِ مبارک سے کوئی چیز پکڑی ہے، اور پھر ہم نے دیکھا کہ آپ تھوڑا سے پیچھے کی جانب ہٹے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (إني رأيت الجنة والنار فتناولت عنقوداً، ولو أصبته لأكلتم منه مابقيت الدنيا، وأريت النار فلم أر منظرا كاليوم قط أفظع، ورأيت أكثر أهلها النساء...الحديث)[1] یعنی: میں نے جنت کو دیکھا تھا، چنانچہ اس کا ایک خوشہ پکڑ لیا، اگر میں وہ لے آتا تو تم، جب تک دنیا قائم رہتی، اس میں سے کھاتے رہتے۔ اور مجھے جہنم بھی دکھائی گئی، آج تک اس سے بڑھ کر ہولناک منظر میں نے نہیں دیکھا، اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ جہنم میں عورتیں زیادہ ہیں۔ گمراہ فرقہ معتزلہ، جنت اور جہنم کے اس وقت موجود ہونے کا انکاری ہے، ان کا کہنا ہے کہ یہ دونوں قیامت کے دن پیدا کی جائیں گی؛ کیونکہ قیامت سے قبل ان کا پیدا کیا جانا عبث ہے، ان کے بقول یہ کیسے تسلیم کر لیا جائے کہ ایک مدتِ مدیدہ سے جنت موجود ہے مگر اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا جارہا، اور جہنم موجود ہے مگر اس سے کسی کو کوئی ضرر نہیں پہنچایا جارہا۔ معتزلہ کا یہ قول ان کی ردی عقل کی اختراع ہے، اور ظاہر البطلان ہے، امت کے اجماع کے خلاف ہے، کتاب وسنت کے نصوص، جن میں سے کچھ کا ذکر ہوا، کے خلاف ہے۔ جنت اور جہنم دونوں کا اس وقت موجود ہونا عبث نہیں بلکہ بہت بڑی حکمت ہے، جنت کا وجود

ترغیب اور تشویق، جبکہ جہنم کا وجود تحذیر اور تخویف کا باعث ہے،اور نصوص سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ اس وقت بھی جنت سے انتفاع اور جہنم سے ضرر رسانی کا سلسلہ قائم ہے، عذابِ قبر اور نعیمِ قبر کے ذکر میں بہت کچھ بیان ہو چکا ہے۔

جنت اور جہنم ہمیشہ باقی رہیں گے

اہل السنہ والجماعۃ کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ جنت اور جہنم ہمیشہ باقی رہیں گیں اور کبھی بھی فناء کا شکار نہیں ہونگیں۔ جنت کے دوام وخلود کیلئے چند قرآنی آیات ملاحظہ ہوں: [وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا ھٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ۭ وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ڎ وَّھُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ][1] یعنی: اور ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو ان جنتوں کی خوشخبریاں دو، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ جب کبھی وہ پھلوں کا رزق دیئے جائیں گے اور ہم شکل لائے جائیں گے تو کہیں گے یہ وہی ہے جو ہم اس سے پہلے دیئے گئے تھے اور ان کے لئے بیویاں ہیں صاف ستھری اور وہ ان جنتوں میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ نیز فرمایا: [اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ۔ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا][2] یعنی: جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے کام بھی اچھے کیے یقیناً ان کے لئے الفردوس کے باغات کی مہمانی ہے جہاں وہ ہمیشہ رہا کریں گے جس جگہ کو بدلنے کا کبھی بھی ان کا ارادہ ہی نہ ہو گا۔ نیز فرمایا: [وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰي سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ۔ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ][1] یعنی: ان کے دلوں میں جو کچھ رنجش وکینہ تھا، ہم سب کچھ نکال دیں گے، وہ بھائی بھائی بنے ہوئے ایک دوسرے کے آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے نہ تو وہاں انہیں کوئی تکلیف چھو سکتی ہے اور نہ وہ وہاں سے کبھی نکالے جائیں گے۔ نیز فرمایا: [اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۔ جَزَاۗؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ][2] یعنی: بیشک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے یہ لوگ بہترین خلائق ہیں ان کا بدلہ ان کے رب کے پاس ہیشگی والی جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں

بہہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور یہ اس سے راضی ہوئے۔ یہ ہے اس کے لئے جو اپنے پروردگار سے ڈرے۔ اسی طرح جہنم کے دوام وبقاء نیز کفار کے خلود فی النار کے سلسلہ میں چند آیات ملاحظہ ہوں: [وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ][3] یعنی: اور جو انکار کر کے ہماری آیتوں کو جھٹلائیں، وہ جہنمی ہیں اور ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔ نیز فرمایا: [وَمَا ھُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ][4] یعنی: یہ ہر گز جہنم سے نہ نکلیں گے۔ نیز فرمایا: [يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا ھُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ][1] یعنی: یہ چاہیں گے کہ دوزخ میں سے نکل جائیں لیکن یہ ہر گز اس میں سے نہ نکل سکیں گے، ان کے لئے تو دوامی عذاب ہیں۔ نیز فرمایا: [فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ][2] یعنی: پس انہیں سفارش کرنے والوں کی سفارش نفع نہ دے گی ۔ نیز فرمایا: [وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ][3] یعنی: اور جو لوگ کافر ہیں ان کے لئے دوزخ کی آگ ہے نہ تو ان کی قضا ہی آئے گی کہ مر ہی جائیں اور نہ دوزخ کا عذاب ہی ان سے ہلکا کیا جائے گا۔ ہم ہر کافر کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔ نیز فرمایا: [اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ۔ اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرًا][4]

یعنی: جن لوگوں نے کفر کیا اور ظلم کیا، انہیں اللہ تعالیٰ ہر گز ہر گز نہ بخشے گا اور نہ انہیں کوئی راہ دکھائے گا بجز جہنم کی راہ کے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ پڑے رہیں گے، اور یہ اللہ تعالیٰ پر بالکل آسان ہے۔ نیز فرمایا: [وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا][1] یعنی: (اب) جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی نہ مانے گا اس کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں ایسے لوگ ہمیشہ رہیں گے۔ نیز فرمایا: [اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ۔ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا][2] یعنی: اللہ تعالیٰ نے کافروں پر لعنت کی ہے اور ان کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ وہ کوئی حامی ومددگار نہ پائیں گے نیز فرمایا: [اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ][3] یعنی: بیشک جو لوگ اہل کتاب میں کافر ہوئے اور

مشرکین سب دوزخ کی آگ میں (جائیں گے) جہاں وہ ہمیشہ (ہمیشہ) رہیں گے۔ یہ لوگ بدترین خلائق ہیں۔

جنت اور جہنم کے دوام وبقا کے متعلق شبہات کا رد

کچھ لوگوں کے ذہنوں میں جنت اور جہنم کے دوام وبقاء کے تعلق سے ایک شبہ پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ دوام وبقاء تو صرف اللہ رب العزت کیلئے ہے؟ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی چیز کیلئے دوام وبقاء کا عقیدہ رکھنا، اس چیز کو اللہ تعالیٰ کی اس صفت میں شریک کرنے کے موجب ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ گو جنت اور جہنم ہمیشہ موجود رہیں گی، مگر ان کی ہمیشگی، اللہ تعالیٰ کی ہمیشگی کے مشابہ نہیں ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ موجود رہنا اور کبھی فناء نہ ہونا اس کی ذات کے لوازم میں سے ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کا دوام وبقاء، اس کی ذات کیلئے لازم ہے، جبکہ جنت اور جہنم کا بقاء اللہ تعالیٰ کے عطا کرنے سے ہے، جس کا معنی یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ انہیں دوام وبقاء عطا نہ فرماتا تو وہ بھی فناء ہو جاتیں، لہذا ان کا اصل بھی فناء پر قائم ہے، مگر انہیں فناء حاصل نہیں ہو گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں دوام عطا فرما دیا ہے۔

اہل ایمان کا دیدارِ الٰہی برحق ہے

یومِ آخرت پر ایمان لانے کیلئے ضروری ہے کہ ہم دارِ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دیدار کا حق ہونا قبول کریں، اللہ تعالیٰ کی یہ رؤیت صرف مؤمنین یعنی اہل جنت کو حاصل ہو گی، بلکہ اللہ رب العزت کے دیدار کی نعمت، آخرت کی تمام نعمتوں میں سب سے بڑی ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دیدار کا حق ہونا، قرآن، حدیث اور اجماعِ امت سے ثابت ہے، قرآن پاک سے چند دلائل ملاحظہ ہوں: [وُجُوۡهٌ يَّوۡمَٮِٕذٍ نَّاضِرَةٌ ۙ‏ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ]‏ [1] یعنی: اس دن بہت سے چہرے تروتازہ ہونگے، اپنے پروردگار کی طرف دیکھنے والے ہونگے۔

نیز فرمایا: [كَلَّاۤ اِنَّهُمۡ عَنۡ رَّبِّهِمۡ يَوۡمَٮِٕذٍ لَّمَحۡجُوۡبُوۡنَ] [1] یعنی: ہرگز نہیں یہ (مجرم) اس دن اپنے رب سے چھپا دیئے جائیں گے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب یہ مجرم جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگیوں کے

متحمل ہونگے، اللہ تعالیٰ سے محجوب ہونگے، تو پھر جو لوگ اللہ تعالیٰ کی رضاء حاصل کر چکے ہوں گے وہ یقینا اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف و متمتع ہونگے۔ ایک اور مقام پر فرمایا: [لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ][2] یعنی: اچھے عمل کرنے والوں کیلئے حسنیٰ ہے اور زیادہ ہے۔ یہاں (الحسنی) سے مراد جنت ہے اور (زیادۃ) سے مراد اللہ تعالیٰ کے چہرے کا دیدار ہے۔ یہ تفسیر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے، چنانچہ صحیح مسلم میں صہیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذا دخل أهل الجنة الجنة. قال: يقول الله تبارك وتعالىٰ: تريدون شيئا أزيدكم؟ فيقولون: ألم تبيض وجوهنا؟ ألم تدخلنا الجنة وتنجنا من النار؟ قال: فيكشف الحجاب، فما أعطوا شيئا أحب إليهم من النظر إلى ربهم عزوجل، ثم تلا هذه الآية: [لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ] یعنی: جب اہلِ جنت، جنت میں داخل ہو جائیں گے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا: تمہیں مزید کچھ چاہئے؟ وہ کہیں گے: کیا تو نے ہمارے چہرے روشن نہیں فرمادیئے؟ کیا تو نے ہمیں جنت کا داخلہ اور جہنم سے چھٹکارہ عطا نہیں فرمادیا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنا حجاب ہٹادے گا، پس ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے دیدار سے زیادہ محبوب کوئی چیز عطا نہ ہوگی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: [لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ]

دیدارِ الٰہی کے متعلق شبہات اور ان کا رد

کچھ لوگوں کے ذہنوں میں قرآن مجید کی ایک آیت سے شبہ پیدا ہوتا ہے، جو ان کے اپنے فہم کی غلطی کی بناء پر ہے، وہ آیت یہ ہے: [لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۡ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ][1] یعنی: لوگوں کی آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں، اور وہ تمام آنکھوں کا ادراک کرتا ہے۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی رؤیت کی نفی نہیں ہے، بلکہ رؤیت ثابت ہے، جس چیز کی نفی ہے وہ ادراک واحاطہ ہے، چنانچہ اس ذاتِ برحق کی رؤیت تو حق ہے مگر کوئی آنکھ اس کا مکمل احاطہ نہیں کر سکتی، جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا علم تو حاصل ہے مگر باعتبارِ علم مکمل احاطہ ممکن نہیں ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں جس رؤیت کی نفی ہے وہ دنیا کے اندر ہے، چنانچہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن نہیں، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اہلِ جنت کو وہ بصارت

عطا فرمائے گا جس کے ساتھ ان کیلئے اسے دیکھنا ممکن ہو گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا موسیٰ علیہ السلام سے (لن ترانی) کہنا، یعنی تم مجھے ہر گز نہیں دیکھ سکو گے، اس سے مراد دنیا کے اندر دیکھنا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: (تعلموا أنه لا يرى أحد منكم ربه عزوجل حتى يموت)[۲] یعنی: تم یہ جان لو! تم میں سے کوئی شخص اپنے رب کو نہیں دیکھ سکے گا، حتیٰ کہ مر جائے۔ (یعنی قیامت کے دن) علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب (حادی الأرواح) میں اللہ تعالیٰ کے قیامت کے دن دیدار کے تعلق سے، ستائیس صحابہ کرام کی روایات نقل فرمائی ہیں، اس کے بعد صحابہ کرام اور تابعین عظام اور ان کے بعد آنے والے بہت سے ائمہ اہل السنۃ کے آثار نقل فرمائے ہیں، جو کہ اس مسئلہ پر اجماع کی دلیل ہیں۔